درس حدیث

محمد اظہر مدنی

نماز جمعہ ترک کرنے پر سخت وعید

عن أبی هريرة و عن ابن عمر رضی الله عنهم أنهما سمعارسول الله صلی الله علیه وسلم یقول علی أعو اد منبره !" لينتهين أقوام عن و دعهم الجمعات أو ليختمن الله على قلوبهم ثم ليكونن من الغافلين "(رواہ مسلم:٨٦٥)

ترجمہ: ابو ہریرہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کی روایت ہے، ان دونوں صحابہ کرام نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد نبوی کے منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا: ''لوگ جمعہ ترک کرنے سے ضرور بالضرور باز آجائیں یا پھر اللہ تعالیٰ ضرور بالضرور ان کے دلوں پر مہر لگادے گا پھر وہ یقینی طور پر غافلوں میں سے ہوجائیں گے۔''

تشریح: جمعہ کا دن ایک عظیم الشان اور نہایت فضیلت یافتہ دن ہے جو امت محمدیہ کو عنایت کیا گیا ہے۔ چونکہ اس دن کی اور اِس دن جماعت کے ساتھ ادا کی جانے والی دو رکعات نماز اور خطبہ کی بہت سی فضیلتیں احادیث میں وارد ہیں، اسی لئے رب تعالیٰ نے اپنے آخری نبی محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ امت کے افراد کو یہ تنبیہ کردی ہے کہ اِن بے شمار فضائل اور اجر وثواب کے باوجود اگر لوگ اِسے اپنی زندگی میں اہمیت نہیں دیں گے، اسے عام دنوں کی طرح کاروبار، لہولعب اور دیگر مشاغل میں مصروف رہ کر گزار دیں گے تو پھر ان کے لئے اِس مجرمانہ غفلت کا انجام بھی اتنا ہی زیادہ برا ہے۔ اس حدیث میں تارکین جمعہ کو صاف الفاظ میں یہ تنبیہ کردی گئی ہے کہ جمعہ کی نماز کو بلا وجہ محض غفلت ونادانی کی وجہ سے ترک کردینے والے اپنے رویہ پر نظر ثانی کریں اور اپنی اس روش سے باز آجائیں ورنہ اللہ ان کے دلوں پر مہر لگادے گا اور وہ دنیا میں غفلت کی زندگی گزارنے والوں کی فہرست میں شامل ہوجائیں گے۔ یقینی طور پر اِس حدیث نبوی سے تارکین جمعہ کا بدترین انجام بہت واضح ہے۔ کتاب وسنت میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے آخری رسول جناب محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت کم اور خاص مواقع ہی پر دلوں پر مہر لگائے جانے کی تعبیر استعمال کی ہے۔ قرآن مجید میں سورہ بقرہ کی ابتدائی آیات میں اللہ تعالیٰ نے کفار کے دلوں اور ان کی قوت سماعت پر مہر لگا نے اور ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دینے کی بات کہی ہے اور یہاں تارکین جمعہ کے دلوں پر اللہ کی مہر لگ جانے کی خبر دی گئی ہے۔ ہم میں سے جو لوگ معمولی فہم وفراست کے حامل ہیں وہ بھی تھوڑے غور وفکر سے بات سمجھ سکتے ہیں دلوں پر مہر لگ جانے کا مطلب کیا ہے؟ اور اس کا انجام کیا ہے؟ دراصل یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک عبرتناک سزا ہے۔

اصل میں انسان کا دل خیر وشر دونوں کی آماجگاہ ہے، یہ دل خیر وشر کے درمیان تمیز کرنے کا ذریعہ ہے۔ یہ دل ہمارے لئے صحیح وغلط کی نشاندہی کرتا ہے۔ اِس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہر لگانے لگ جانے کا مطلب یہ ہے کہ دل کے اندر خیر وشر کے درمیان امتیاز کرنے کے لئے جو روشنی موجود تھی وہ بجھ گئی ہے یا بجھا دی گئی ہے، اب اس مہر لگے ہوئے دل میں نہ خیر وشر کے درمیان امتیاز کرنے کی صلاحیت باقی ہے، نہ اس کے پاس کوئی ضمیر باقی بچا ہے جو اُسے برائی کرنے پر کچوکے لگائے اور اُسے خیر کی طرف متوجہ ہونے کے لئے بیدار کرے اور اُسے جھنجھوڑے کہ تم رب کی نافرمانی کرکے ہلاکت کی طرف بڑھ رہے ہو۔ یہ تقریباً وہی حالت ہے جس کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دوسری حدیث میں خبر دی ہے کہ انسان جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ پڑ جاتا ہے، اگر تسلسل کے ساتھ اس سے گناہ کا صدور ہو رہا ہے تو اِن سیاہ نقطے اور دھبے کی تعداد میں بھی اضافہ ہوتا جاتا ہے، یہاں تک کہ اُس انسان کی زندگی میں ایک ایسا مرحلہ بھی آتا ہے جب اس کا صفحۂ دل سیاہ نقطے سے بھر جاتا ہے اور اس کے بعد اُسے خیر کی راہ پر چلنے کی توفیق حاصل نہیں ہو پاتی ہے، العیاذ باللہ۔

آغاز کلام کی طرف دوبارہ لوٹتے ہوئے یہ عرض کردوں کہ جمعہ کے دن اور جمعہ کی نماز کے فضائل وبرکات اتنے زیادہ اور اس قدر مہتم بالشان ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو رب تعالیٰ کی طرف سے یہ تنبیہ کرنی پڑی کہ اگر اس امت کے افراد جمعہ کے اہتمام سے غفلت برتتے ہیں تو ان کا انجام بہت برا ہونے والا ہے۔ اِس سنگین جرم کی پاداش میں اِن کے دلوں پر مہر لگادی جائے گی، پھر انھیں خیر کی توفیق حاصل ہونے کا سلسلہ رک جائے گا اور آگے کی بقیہ زندگی غفلت شعاروں کے انداز میں گزارنے کی وجہ سے یقینی طور پر وہ اللہ کے عذاب اور ہلاکت کے مستحق ٹھہریں گے۔

آج مسلم معاشرہ میں ایسے افراد کی کمی نہیں ہے جو عام نمازوں کی طرح جمعہ کہ ہفتہ واری نماز اور اس سید الایام کے اہتمام سے بھی غافل ہیں۔ وہ لوگ کام دھندہ اور دیگر دنیاوی مشغولیات کے بہانے آسانی کے ساتھ جمعہ ترک کردیتے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے ان غافل بھائیوں کی طرف متوجہ ہوں، انھیں ترغیب وتشویق اور اللہ کی تہدید کے ذریعہ پنجوقتہ نمازوں اور جمعہ کے اہتمام کی طرف متوجہ کریں۔ ہم خیر امت ہیں ہمیں انسانوں کی بھلائی اور رہنمائی ہی کے لئے برپا کیا گیا۔ ذاتی وانفرادی طور پر ہمارا کسی حکم الٰہی پر عمل کرلینا کافی نہیں ہے، ہمیں ایک آیت اور ایک حکم اس بھائی تک پہنچانے کی ہدایت کی گئی ہے جو اس سے ناواقف ہے یا غفلت کا شکار ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو خیر کی راہ پر چلنے والا اور خیر کی طرف رہنمائی کرنے والا بنائے آمین۔ وصلی اللہ علی نبینا محمد وعلی آلہ وأصحابہ أجمعین وسلم تسلیما کثیرا۔

☆☆☆

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

اصغر علی امام مہدی سلفی

اقلیت واکثریت - ماجرا کیا ہے؟

یہ حقیقت ہے کہ جہاں کہیں بھی قانون و بیوستھا، انسانی من اور مزاج، دل و دماغ، افراد وطبقات، خواص وعوام اور اقوام بے لگام ہوجائیں اور دین وایمان، اخلاق ومروت، انسانیت واقدار، رحم وکرم، چھوٹے بڑے کی تمیز، ایک دوسرے کے حقوق کی عدم معرفت اور سب کے حدود واختیارات اور ترجیحات الگ الگ ہوجائیں تو ہر بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو کھانا شروع کردے گی، ہر قوی کمزور وضعیف کا جینا دوبھر کردے گا، ہر مالدار غریب کا استحصال کرے گا، ہر حاکم محکوم پر ظلم ڈھائے گا اور ہر طاقتور کمزور کو ستائے گا۔ الغرض ہر طرف ظلم وستم کا دور دورہ ہوگا اور کوئی کسی کا پرسان حال نہ ہوگا۔ آج دنیا کے اکثر حصوں میں اقلیتوں پر مظالم روا رکھے گئے ہیں۔ ان کے حقوق کی پامالی عام بات ہوتی جارہی ہے۔ ان کو دوسرے درجے کا شہری مانا جاتا ہے۔ ان کے مطالبات نہیں سنے جاتے اور بسا اوقات انہی جیسا انسان ان کو جانور جتنا بھی حقوق دینے کو تیار نہیں ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ جاہلیت اور قرون مظلمہ کی تاریخ اس ترقی یافتہ اور انتہائی اڈوانسڈ عہد اور سائنسی علوم کی ترقی اور پھیلاؤ کے زمانہ میں اور انسانیت نوازی والے نعرے ودعوائے عریض وکبیر کے دور میں دہرائی جارہی ہے۔ طرہ تو یہ ہے کہ آج انفارمیشن ٹیکنالوجی کے عہد میں اور اس مشینی دور میں اطلاعات ونشریات اور اعلام ومیڈیا کے دور میں بھی بعض اقوام کی نیند حرام ہے اور وہ انتہائی مظلومیت کی زندگی جینے پر مجبور ہیں۔ دنیا کو اس کی کوئی خبر نہیں یا ان کے کانوں کے پردوں سے کبھی ایسی چیخ وپکار اور آہ وزاری نہیں ٹکراتی یا ان کی آنکھوں پر پٹی پڑی ہوئی ہے کہ وہ دیکھ کر بھی ان دیکھی کررہے ہیں۔ اور ”صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ“ (البقرہ:۱۸) ”بہرے، گونگے، اندھے ہیں، پس وہ نہیں لوٹتے“ کی حالت وکیفیت میں مبتلا ہیں۔

دنیائے انسانیت کے وہ عظیم ٹھیکیدار جو حقوق انسانیت کی ضمانت لے کر پیدا ہوئے تھے، ان مظالم وکوارث پر ایسے بے حس وبے حرکت پڑے ہوئے ہیں کہ حقوق انسانی کے ان دعویداروں کو ”ولکن لا حياة لمن تنادی“ کی بات بتانی چاہئے۔ مرثیہ ان اقوام مجبورین ومقہورین کا نہیں بلکہ ان طاقت وقوت، حقوق

مدیر مسئول
اصغر علی امام مہدی سلفی
مدیر
عبدالقدوس اطہر نقوی

نائب مدیر: مولانا خورشید عالم مدنی   مدیر اعزازی: مولانا رضاء اللہ عبدالکریم مدنی

مجلس ادارت
مولانا محفوظ الرحمن فیضی   مولانا شہاب الدین مدنی   ڈاکٹر سعید احمد مدنی
مولانا اسعد اعظمی   مولانا طہ سعید خالد مدنی   مولانا انصار زبیر محمدی

اس شمارے میں

درس حدیث	۲
اداریہ	۳
دنیا کی سب سے قیمتی وصیت - جب مدد طلب کرو تو اللہ سے کرو	۶
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وتوقیر کی کرامت	۸
سلف صالحین کے نزدیک لفظ ”اہل حدیث“ کا معنی ومفہوم	۱۱
شعبان کے مختصر احکام ومسائل	۱۴
ماہ شعبان - رسم ورواج اور حقیقت	۱۷
الحاج محمد ابراہیم عبدالحکیم رحمہ اللہ	۲۳
گاؤں محلہ میں صباحی ومسائی مکاتب قائم کیجئے (اپیل)	۲۷
مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز	۲۸
جماعتی خبریں	۲۹
اعلان داخلہ المعہد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیہ، نئی دہلی	۳۱
اشتہار اہل حدیث منزل	۳۲

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

بدل اشتراک

سالانہ ______ ۱۵۰/روپے
فی شمارہ ______ ۷/روپے
پاکستان ______ ۵۰۰/روپے

بلاد عربیہ ودیگر ممالک سے ۳۵ ڈالر یا اس کے مساوی
مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند
اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی - ۱۱۰۰۰۶
ویب سائٹ www.ahlehadees.org
ترجمان ای میل jaridahtarjuman@gmail.com
جمعیت ای میل jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

انسانیت اوراقوام کے ٹھیکیداروں کا پڑھنا چاہئے، ماتم ونوحہ خوانی کی جا یہ اقلیتیں نہیں بلکہ بذات خود لائق رحم اور باعث صد افسوس وغم یہ زعمائے اصلاح اقوام ہیں۔لعنت وملامت ان ظالموں پر ہی نہیں بلکہ دراصل ان اصلاح وفلاح انسانیت کی انجمنوں، اداروں اوران کے ذمہ داروں پر ہے جو بلند بانگ دعاوی کے ذریعہ مظلوم اقوام کواور زیادہ غلام ولاچار اورناکارہ بنادینے کے نت نئے نسخے اور سامان تخدیر ایجاد کیے ہوئے ہیں اوران کے قویٰ واعضاء اوران کے دل ودماغ کو سن کر دینے کے اُپائے کئے بیٹھے ہیں۔ یہ وہ نسخہ ہائے مرگ اقوام اور میٹھے زہر (Sweet Poision) برائے اقلیات وکمزور طبقات ہیں جن کا جرم بسا اوقات ظالموں سے بڑھا ہوا ہے۔ آپ اگر ان بازیگران مغرب، شاطران مشرق، عیاران شمال اور ماکران جنوب کا صحیح چہرہ جان لیں تو آپ ان سفید پوشوں اور رہنما نما بھیڑیوں اور درندوں سے زیادہ ان ظالموں سے نفرت کرنے لگیں گے جنہوں نے ہر قوم کو بازیچہ اطفال بنا رکھا ہے۔ بلکہ اگر ان کا اصلی چہرہ آئینہ کے روبرو کردیا جائے تو آپ ظلم کے اصل پلانروں، منصوبہ سازوں، مختلف اوقات میں پری پلاننگ کرنے والوں، اس سے ملی بھگت رکھنے والوں اور حقیقی کار یہ کرتاؤں کو جان کر آپ ان کے دام فریب میں آنے سے بچنے کا جتن کریں گے۔ مجھے معلوم ہے کہ دنیا جس طرح دین بیزاری کی طرف بڑھ رہی ہے اور بدقسمتی سے جس طرح عیاری وچالاکی اور دنیا وجاہ طلبی کی رسیا بنی ہوئی ہے اور روز افزوں ان مظالم سے بچنے کے لیے کچھ دوسرے مظالم کا پیش خیمہ وخوگر بنتی جارہی ہے، اس کی روشنی میں دور اور دیر تک ان پھندوں اور جالوں سے نکلنے کی توقع نہیں کی جاسکتی الا یہ کہ وہ پورے طور سے مادیت سے نکل کر روحانیت کو اپنانے کا عزم کرے۔

اس سلسلہ میں ایک اور ناحیہ سے خود بھی غور کرنا اور دوسروں کو بھی دعوت فکر و عمل دینا ناگزیر ہے اور اصل حقائق سے پردہ اٹھانا ضروری ہے تاکہ خوش فہمی یا غلط فہمی اور خود فریبی کا خاتمہ ہوسکے۔ دراصل اقوام عالم اوران کے ظلم وزیادتی اور بددیانتی پر بات کرتے ہوئے ہم اکثر اپنے آپ کو بھول جاتے ہیں اور ہماری یہی سب سے بڑی بھول، ہمارا سب سے بڑا قصور اور سب سے بڑی غلطی ہے کہ ہم دوسروں پر حکم لگانے کے عادی ہوتے جارہے ہیں۔ اپنی ناکامی ومظلومی کا ٹھیکرا دوسروں کے سر پھوڑ کر مزید ناکامی اور غلامی کی طرف بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ اپنی مظلومیت کی داستان سرائی کے لیے دوسروں کو قصوروار ٹھہرا کر مطمئن ہوجاتے ہیں۔ دراصل دوسروں کو کوسنے سے پہلے اپنے آپ کی اور اپنے گرد وپیش کی خبر لینا ہی اصل مرض کی تشخیص ہے اور وہی اس کا علاج بھی ہے۔ دراصل ہم جب ظلم کی بات کرتے ہیں تو دور کی کوڑی لاتے ہیں۔ ہم یہ تو کہتے ہیں کہ ارباب مغرب نے ہم کو غلام بنا رکھا اور ہم پر نت نئے مظالم ڈھارہے ہیں۔ اکثریت نے اقلیت کا جینا حرام کررکھا ہے۔ لیکن اقوام مشرق کیا ایک دوسرے کے خون کی پیاسی نہیں ہیں؟ کیا وہ خود ایک دوسرے کو مٹانے کے درپے نہیں ہیں؟ خود وہ اپنے بڑے اور معلوم و مشترک دشمن اور ظالم کو بھول کر اپنے لوگوں کی دشمنی روا نہیں رکھے ہوئے ہیں؟ کیا آج ہمارے معاشرے میں قوی، ضعیف کو نہیں ستا رہا ہے؟ کیا ہمارے گھر میں بڑا چھوٹے پر ظلم نہیں ڈھا رہا ہے؟ کیا ایک قدرے طاقتور رشتہ دار اپنے سے کمزور رشتہ دار کو حقیر نہیں سمجھتا؟ کیا اپنا قریبی رشتہ دار اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں پر ظلم نہیں ڈھاتا؟ ان بادشاہوں اور حاکموں کے ظلم وتعدی پر واویلا مچانے والے خود اپنی برادری اور خویش واقارب کو بندھوا مزدور بنا کر بھی ان کو بھر پیٹ کھانا نہیں دیتے، ان کی گاڑھی کمائی کے بل پر اپنی لاکھوں اور کروڑوں کی فیکٹری اور کارخانے چلانے والے مزدوروں کو وقت پر مزدوری نہیں دیتے استحصال کا عالم یہ ہے کہ جو جتنا زیادہ قریبی رشتہ دار ہمارے یہاں نوکر ہوتا ہے، مزدوری کرتا ہے، ہمارے کاموں میں ہاتھ بٹاتا ہے، اخلاص جتاتا ہے اس کو ہم اسی قدر دباتے ہیں۔ ہم نے دسیوں ایسے کارخانوں کو دیکھا جو سخت محنت کرنے والے اپنے رشتہ داروں اور برادری کے لوگوں کا خون چوس ڈالتے ہیں۔ مگر عید وتہوار کے مواقع پر بھی عید کی صبح تک ان کے کھانے اور پہننے کے لیے بار بار مطالبے کے باوجود ان کی مزدوری نہیں دیتے۔ اور آخری وقت میں ان کو دیا بھی تو دس تنبیہ اور احسان سے بوجھل کر کے، گویا ہم سے بڑا اس کا کوئی محسن نہیں۔ وہ بیچارہ بھی اس حالت میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ اپنے اس آقا، رشتہ دار اور کارخانہ دار کا ممنون کرم ہوتا ہوگا۔ فخر سے کہتا ہے کہ چند روپے پیسے ہی سہی لیکن آخری وقت میں مالک بھائی، یا چاچا نے نوازا تو ہے۔ اگر نہ دیتے تو بھلا اس خوشی کے موقع پر ہمارے بچوں کا کیا ہوتا۔ کپڑے نہیں ہوئے مگر بچے اب عید کے دن بھوکے تو نہیں رہیں گے۔

آج ذات پات اور علاقائیت وعصبیت کو ہوا دینے کی ایسی لت اور عادت پڑی ہوئی ہے کہ ایک آدمی بڑی ڈھٹائی اور بے حیائی سے کہتا ہے کہ ارے بھائی بادشاہوں نے بڑا ظلم ڈھایا، فلاں ذات وبرادری اور دھرم کے لوگوں نے ہمیشہ

ہم کو کمتر سمجھا اور ہم کو غلام بنائے رکھا، فلاں خطہ اور علاقہ کے لوگوں نے ہم کو حقیر جانا اور ہم پر حکومت کی، یہ کہہ کر ایک طرف وہ اپنے ارد گرد جسم و جان کھپانے والے اپنی بستی و برادری کے لوگوں کو ان کے خلاف صف آرا کرنے اور اپنا غلام بے دام بنانے اور پر جوش ورکر و ہمدرد بنانے کا کام لیتا ہے۔ اس مظلوم و کمزور کے ذہن و دماغ سے کھیلتا ہے۔ اس کو اپنی غلامی میں اور پختہ کرتا ہے کہ وہ دیر تک اسی سحر عصبیت وعصریت میں مبتلا رہے۔ اپنے نفع ونقصان کا مالک دوسروں کو گردانتا اور بدحالی کا شکار ہوتا رہے۔ اور یہ وہم وگمان میں بھی نہ رہے کہ یہ ہمارے ابناء جنس، ابناء وطن، ابناء عم اور ابناء اب وام خود اس کو کیسا غلام بنائے رکھے ہیں۔ حالانکہ یہ سراسر استحصال ہے جذبات کا، استحصال ہے احساسات کا، استحصال ہے خونی وانسانی رشتوں کا، استغلال ہے ان کی مجبوری وغربت اور جہالت کا اور دام تزویر ہے اپنے ابناء نوع کو بہر طور دیوالیہ پن کا شکار بنا کر ان کے احساسات وجذبات اور مجبوری کی آنچ پر مصلحت ومفاد کی روٹی سینکنے اور اپنا دبدبہ وتسلط تادیر قائم رکھنے کا۔

ظلم وزیادتی، سماجی ومعاشی نابرابری اور ذہنی وفکری استحصال کے خلاف کھڑا ہونا زندہ وذمہ دار قوموں کا شیوہ رہا ہے۔ جن قوموں کا معیار حق وانصاف ذاتی مفاد ہوتا ہے وہ زیادہ دنوں تک اقتدار وقیادت میں باقی نہیں رہتی ہیں۔ بلکہ ان کا وجود ہی رفتہ رفتہ مٹ جاتا ہے۔ آج دنیا جو مختلف قسم کے مسائل وعوارض، مصائب وآلام اور آفات وبلیات سے دوچار ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ اس نے حق وانصاف کا راستہ چھوڑ دیا ہے۔ ظالموں کا جتھا اور بلاک دن بدن بڑھتا جارہا ہے، حق وانصاف کا دامن سکڑتا جارہا ہے اور اس کی آواز ہر طرح کے مکر وحیلہ سے دبائی جارہی ہے۔ آج حال یہ ہے کہ اگر اپنا گروہ ظلم کرتا ہے تو عین انصاف ہے اور مظلوم اپنے اوپر ڈھائے جارہے اس ظلم کے خلاف پرامن آواز بلند کرتا ہے تو یہ ناجائز، نقض امن اور بغاوت قرار پاتا ہے۔ جان لیجئے کہ حکومت واقتدار کفر کے ساتھ باقی تو رہ سکتا لیکن ناانصافی اور ظلم کے ساتھ تادیر باقی نہیں رہ سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اس حوالے سے اخلاقیات متعین کردیے ہیں۔ ’’یَـٰٓأَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا یَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ‘‘۔ (المائدہ:۸) ’’اے ایمان والو! تم اللہ کی خاطر حق پر قائم ہوجاؤ، راستی اور انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ۔ کسی قوم کی عداوت تمہیں خلاف عدل پر آمادہ نہ کرے، عدل کیا کرو جو پرہیزگاری کے زیادہ قریب ہے، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، یقین مانو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے‘‘۔

آج ’’انصر اخاک ظالما او مظلوما‘‘ کا جو جاہلی تصور حاوی ہے اس کو مٹانے اور پھر سے اسلام کے تصورِ نصرت ظالم ومظلوم کو زندہ کرنے اور فروغ دینے کی ضرورت ہے۔ ساتھ ہی اس ٹرینڈ اور رجحان کو ختم کرنے کی بھی ضرورت ہے کہ اپنی ناکامیوں اور محرومیوں کا ٹھیکرا دوسروں کے سر پھوڑ کر مطمئن ہوجایا جائے۔ بلکہ اپنا ہردم محاسبہ کرنا چاہئے کہ چیلنجز کے حل اور مسائل ومشکلات سے چھٹکارے کے لیے اور ہر طرح کی غلامی سے نجات پانے کے لیے ہم نے کیا سوچا، کیا غور کیا، کیا لائحہ عمل بنایا، کونسی حکمت عملی اختیار کی، کس قدر پیش قدمی کی، اپنے اہل خانہ کے کتنے حقوق ادا کیے، سماج و برادری کو خود مختار بنانے کے لیے کیا کیا اقدامات کیے؟ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ عزت وجاہ، سربلندی وسرفرازی اور قوت و تمکین تو دور کی بات ہے خود ہم اللہ تعالیٰ کی زمین پر باقی رہنے کے لیے عقائد و ایمانیات، عبادات ومعاملات اور اخلاقیات کے کس درجے تک پہنچ چکے ہیں؟ ان سب امور کا جائزہ لیں اور اپنا محاسبہ کریں، پھر شکوہ گلہ اور غیروں کے ظلم وزیادتی کی گنجائش ہی باقی نہیں رہے گی۔

نہ تھی حال کی جب ہمیں خبر، رہے دیکھتے اوروں کے عیب و ہنر
پڑی اپنی برائیوں پر جو نظر، تو نگاہ میں کوئی برا نہ رہا

جان لیجئے کہ یہ سارے کردار یا تو دین پیدا کرتا ہے یا یہ مسلمہ انسانی اقدار کے سایے میں پروان چڑھتے ہیں۔ اس لیے من وتو، اقلیت واکثریت اور ظالم ومظلوم کا فرق مٹانے اور امتیاز ختم کرنے کے لیے دینی تعلیمات یا کم از کم انسانی اقدار کو لازم پکڑنا ہوگا۔ اسی میں ہر فرد کا شخصی، قومی، ملی اور انسانی مفاد مضمر ہے۔

جہاں تک اقلیت واکثریت کی بات ہے اگر دین وایمان باقی ہے اور انسانیت زندہ ہے تو اقلیت واکثریت کے کوئی معنی نہیں بلکہ اکثریت زیادہ ذمہ دار اور زیادہ جواب دہ ہے اور اقلیت بھی اپنے وجود ومقصد کے اعتبار سے مسؤلیت سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتی۔

☆☆☆

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

دنیا کی سب سے قیمتی وصیت

جب مدد طلب کرو تو اللہ سے کرو

مولانا خورشید عالم مدنی
پھلواری شریف، پٹنہ

توحید کا تصور یہ ہے کہ اللہ تعالی ہی حاجت روا اور مشکل کشا ہے۔ شدائد و مشکلات میں صرف اسی سے استمداد و استعانت کی جائے۔ وہی ساری کائنات کا خالق و مالک اور مدبر ہے۔ وہی ساری نعمتوں اور طاقتوں کا مالک ہے۔ اس لیے صرف اسی کی طرف رجوع کیا جائے۔ اور اسی کو پکارا جائے۔ اور اسی کے سامنے عجز و نیاز کا اظہار کیا جائے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا زاد بھائی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ فرمارہے ہیں "و اذا استعنت فاستعن باللہ ''اور جب تو مدد مانگنا چاہے تو اللہ تعالی ہی سے مدد مانگ''، قلم کی سیاہی خشک ہو چکی ہے۔ اور ساری کائنات مل کر بھی تجھے نہ نفع دے سکتی ہے اور نہ نقصان پہنچا سکتی ہے۔ (ترمذی)

اس حقیقت پر قرآن کریم کی بہت ساری آیات گواہ ہیں۔ چنانچہ اللہ کے نیک بندے اپنے رب سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ (فاتحہ:5) "ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں"۔ مشرکین کے عقیدے کو رد کرتے ہوئے اور اس پر ان کو ڈانٹتے ہوئے فرماتے ہیں ''قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ'' (سبا:22) یعنی ''اے میرے نبی! آپ مشرکوں سے کہئے کہ جنہیں تم اللہ کے سوا معبود بنا بیٹھے ہو، انہیں پکارو تو سہی۔ وہ تو آسمانوں اور زمین میں ایک ذرہ کے برابر چیز کے بھی مالک نہیں ہیں۔ اور نہ ان دونوں کی تخلیق میں ان کا کوئی حصہ ہے۔ اور نہ ان لوگوں میں سے کوئی اس کا مددگار ہے''۔ ''وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ'' (اعراف:197) یعنی ''اور جنہیں تم اس (اللہ) کے سوا پکارتے ہو، وہ تمہاری مدد نہیں کر سکتے ہیں اور نہ اپنی آپ مدد کر سکتے ہیں''۔

پھر ان کو سمجھاتے ہوئے فرمایا ''اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ'' (اعراف:194) یعنی ''بیشک اللہ کے سوا جنہیں تم پکارتے ہو، وہ تم ہی جیسے اللہ کے بندے ہیں تو تم انہیں پکارو۔ اور اگر تم سچے ہو، تو انہیں تمہاری پکار کا جواب دینا چاہئے''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعاء مانگا کرتے تھے ''یا حی یا قیوم برحمتک استغیث اصلح لی شانی کلہ و لا تکلنی الی نفسی طرفة عین'' (صحیح الترغیب والترھیب:661) ''اے زندہ و جاوید! اے قائم رہنے والے اور اس کائنات کو قائم رکھنے والے! تیری رحمت کے ذریعے میں فریاد کرتا ہوں کہ میرے کام درست فرما دے۔ اور آنکھ جھپکنے کے برابر بھی مجھے میری لغزش کے سپرد نہ کرنا ہے۔

کیا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اسوہ ہمارے لئے کافی نہیں کہ جب قریش مکہ جنگی آلات و دیگر ساز و سامان سے لیس ہو کر ایک ہزار سے زیادہ افراد کا لشکر لے کر بے سروسامان 313 مسلمانوں سے جنگ کے لیے میدان بدر میں آپہنچے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مدد و نصرت کے لئے صرف ایک اللہ کو ہی پکارا۔ ''اللھم انجز لی ما وعدتنی اللھم آتنی ما وعدتنی اللھم ان تھلک ھذہ العصابة من اھل الاسلام لا تعبد فی الارض'' (ترمذی:3081) ''اے اللہ! تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے (فتح و نصرت کا)، اسے پورا فرما۔ اے اللہ! جس چیز کا تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہے، وہ مجھے عطا فرما۔ اے اللہ! اگر تو نے مسلمانوں کی اس (چھوٹی سی) جماعت کو ہلاک کر دیا، تو زمین میں تیری عبادت نہیں کی جائے گی''۔

اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مشکل ترین گھڑی میں بھی خالص ہو کر اللہ تعالی کو ہی پکارا، تو اللہ تعالی نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نصرت کے لئے ایک ہزار فرشتے نازل کرنے کا اعلان فرمایا۔ ''اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ'' (انفال:9-10) ''یاد کرو! جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے۔ پھر اللہ تعالی نے تمہاری فریاد سن لی۔ (اور اعلان فرمادیا) کہ میں تم کو ایک ہزار فرشتوں سے مدد دوں گا۔ جو لگا تار چلے آئیں گے۔ اور اللہ تعالی نے یہ امداد محض اس لیے کی کہ بشارت ہو جائے، اور تمہارے دلوں کو اطمینان ہو جائے۔ اور مدد صرف اللہ تعالی ہی کی طرف سے ہے جو کہ زبردست حکمت والا ہے''۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پورے دین کا محور یہی عبادت و استعانت

ہے۔جس کا اقرار ہم اپنی نمازوں میں کرتے ہیں''اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ''(فاتحہ:5)

عبادت کہتے ہیں شرک سے اللہ کو بری سمجھنا اور استعانت کہتے ہیں غیر اللہ سے ہر قسم کے نفع ونقصان کی طاقت سے اظہار براءت کرنا اور اللہ کو طاقت وقوت کا مالک سمجھنا اور اپنے تمام معاملات اس کے سپرد کرنا۔

جب ہم یہ اقرار کرتے ہیں کہ ہم اللہ ہی کی عبادت کرتے ہیں، اور اسی سے استعانت کرتے ہیں۔تو اس اعلان واقرار کے برخلاف غیر اللہ کو مدد کے لئے پکارنا، ان کی دہائی دے کر فریاد کرنا اور ان کی خوشنودی کے لئے نذر ماننا کیسے جائز ہوسکتا ہے؟

آیت مذکورہ میں عبادت کے بعد استعانت کا ذکر ہے۔اس لئے کہ بندہ اپنی تمام عبادتوں میں اللہ کی مدد کا محتاج ہے۔اللہ کی مدد اگر شامل حال نہ ہو، تو بندہ اس کے اوامر کی تعمیل اور نواہی سے اجتناب نہیں کرسکتا ہے۔جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ سے فرمایا''**یا معاذ انی واللہ لاحبک فلا تدعن فی دبر کل صلاۃ ان تقول: اللھم اعنی علی ذکرک وشکرک وحسن عبادتک**''(سنن ابی داؤد) یعنی''اے معاذ! اللہ کی قسم! میں تم سے محبت کرتا ہوں (اور اس محبت کا تقاضہ یہ ہے کہ میں تم سے یہ کہوں) تم ہر نماز میں کبھی یہ دعا کرنا نہ چھوڑنا کہ اے اللہ تو اپنی یاد کرنے، اپنی شکرگزاری کرنے اور اپنی اچھی عبادت کرنے پر میری مدد فرما''۔

واضح رہے کہ سب سے عظیم مقصد اللہ کی عبودیت ہے۔اور اس مقصد عظیم کے حصول کا سب سے عظیم ذریعہ اللہ کی مدد ہے۔کوئی دوسرا نہ عبادت کا مستحق ہے اور نہ کوئی دوسرا اللہ کی عبادت پر معاون ومددگار ہے۔

اللہ اگر توفیق نہ دے تو انسان کے بس کی بات نہیں۔

انبیاء کرام کا اسوہ ہمارے سامنے ہے کہ وہ مصیبت کی گھڑی میں صبر کے ساتھ اللہ کو پکارتے رہے اور اسی سے مدد کا سوال کرتے رہے جیسا کہ یعقوب علیہ السلام نے اپنی مصیبت کے وقت کہا''فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ''(یوسف:18) یعنی''پس مجھے اچھے صبر سے کام لینا ہے۔اور جو کچھ تم بیان کررہے ہو، اس پر اللہ سے ہی مدد مانگنی ہے''۔

اور موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کی دھمکیوں کے جواب میں اپنی قوم سے کہا''قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهِ اسْتَعِیْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا''(اعراف:128) یعنی''موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: اللہ سے مدد مانگو اور صبر کرو''۔

اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان کی قوم نے تکذیب کی تو فرمایا''قَالَ رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ''(انبیاء:112) یعنی''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: میرے رب! تو حق کے مطابق فیصلہ کردے۔اور تم لوگ جو کچھ (اللہ کے بارے میں یا میرے بارے میں) بیان کرتے ہو، اس پر ہم اپنے رب سے مدد مانگتے ہیں جو رحمٰن ہے''۔

اور یہی بات اماں عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہی جب دشمنانِ اسلام ان کی ذات و کردار کو داغدار کرنے کی کوششیں کررہے تھے، کہ میں وہی کہتی ہوں جو یعقوب نے کہا''فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ''(یوسف:18)، جس کے صلے میں اللہ تعالی نے سورہ نور کی دس آیتیں نازل کیں اور ان کی براءت کا اعلان کردیا۔

آج جب کہ یہ کہا جارہا ہے کہ کرونا نے اپنی شکل بدل لی ہے۔اور یہ وائرس برطانیہ کے طول وعرض میں نہایت تیزی سے پھیل رہی ہے۔اور یہ ماضی کے وائرس سے کہیں زیادہ نقصان دہ ثابت ہوسکتی ہے۔40 ممالک نے برطانیہ پر اپنی سرحدوں کے دروازے بند کرکے اسے تنہا کردیا ہے۔فضائی، بری اور بحری تمام راستے منقطع ہو چکے ہیں۔اس وائرس سے بڑے بڑے سائنسدانوں کی نیندیں حرام ہوچکی ہیں۔ایسی آفت کا مشاہدہ شاید انسانی آنکھوں نے کیا ہوگا۔علم وسائنس، ٹیکنالوجی کی ناکامیوں کو دیکھتے ہوئے اپنے اس عقیدہ کو مضبوط کرلیں کہ اللہ کی طاقت وقدرت کے سامنے دنیا کی ہر طاقت ہیچ ہے۔اس کی مرضی کے بغیر ایک پتہ بھی نہیں ہل سکتا ہے۔اور وہ چاہے تو ذرہ کو آفتاب بنادے۔مصیبت کی اس گھڑی میں ہمیں اسی پالنہار کو یاد کرنا چاہیے۔اسی کے دربار میں اپنی فریاد پیش کرنی چاہئے۔اور اللہ سے استعانت و طلب مدد کے لئے عظیم کلمہ "لاحول ولاقوۃ الا باللہ'' کا ورد اس کے حقیقی مفہوم کو سمجھتے ہوئے کرنا چاہیے۔اس کی تفسیر عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما یوں کرتے ہیں ''**لاحول ای لاحول بنا علی العمل بالطاعۃ الا باللہ ولا قوۃ لنا علی ترک المعصیۃ الا باللہ**''(الدرالمنثور، ج5:393) یعنی ہمارے پاس اللہ کی اطاعت کرنے کی طاقت نہیں، مگر جتنی اللہ عنایت کردے۔اور اس کی معصیت نہ کرنے کی قوت نہیں، مگر جتنی اللہ دے دے"۔

ہم اپنی طاقت سے نہ تو اس کی عبادت کرسکتے ہیں اور نہ اس کی معصیت سے بچ سکتے ہیں۔ہر قسم کی طاقت کا مالک اللہ ہے اور استعانت تو اسی سے کرنی چاہیے، جس کے پاس طاقت ہوتی ہے۔بندہ اگر گنہگار ہے، تو وہ طاعت گزار نہیں بن سکتا۔اگر وہ مریض ہے تو وہ صحت مند نہیں ہوسکتا۔اگر وہ کمزور ہے تو طاقتور نہیں بن سکتا۔اگر وہ کمتر ہے تو برتر نہیں۔ناقص ہے تو کامل نہیں۔جب تک اللہ اس کی مدد نہ کرے۔

اسی طرح وہ خیر وبھلائی، عبادت واطاعت، اور نیکی کا کوئی کام اس وقت تک انجام نہیں دے سکتا ہے، جب تک اللہ کی مدد اسے حاصل نہ ہو۔

(باقی صفحہ نمبر ۱۳ پر)

مولانا عبدالباسط جامعی ریاضی
ایم۔اے۔عثمانیہ رائیدرگ

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وتوقیر کی کرامت

موضوع: محمد صلی اللہ علیہ وسلم عبدالمطلب کے بیٹے عبداللہ کے گھر آمنہ کے بطن سے دوشنبہ کے دن صبح چاشت کے وقت ۹ ربیع الاول مطابق ۱۷/ اپریل ۵۷۱ء کو عام الفیل میں پیدا ہوئے۔ عبدالمطلب کو جب خبر ملی تو اپنے پوتے کو ہاتھوں میں اٹھایا، کعبۃ اللہ کا سات (۷) مرتبہ طواف کیا، قبائل قریش اس خبر کو سن کر تشریف لائے اور پوچھا عبدالمطلب تم نے اپنے بچے کا نام کیا رکھا ہے؟ عبدالمطلب نے کہا: میں نے اس بچے کا نام محمد رکھا ہے، میں چاہتا ہوں کہ دنیا کی ساری تعریفیں رب کعبہ اس بچے کے نام کر دے۔

افتتاح: حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نام ہمیں گنائے ارشاد فرمایا: ''**انا محمد وانا احمد وانا الماحی الذی یمحو الله بی الکفر وانا الحاشر الذی یحشر الناس علی قدمی وانا العاقب الذی لیس بعده نبی**'' (بخاری) میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی ہوں کہ میرے ذریعہ اللہ کفر کو مٹاتا ہے، میں حاشر ہوں کہ میرے قدموں پر لوگ جمع کئے جائیں گے، میں عاقب ہوں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

اس حدیث میں آپ کے تین نام بے نقط ہیں۔ (۱) محمد (۲) احمد (۳) ماحی، اس میں سے ہر ایک لفظ چار حروف پر مشتمل ہے۔ تین لفظوں کے حروف بارہ (۱۲) ہوتے ہیں، اور کلمہ طیبہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حروف بھی بارہ (۱۲) ہیں اس طرح سب حروف مل کر چوبیس (۲۴) ہوتے ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی صرف چوبیس نام ملے ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) محمد (۲) احمد (۳) ماحی (۴) متوکل (۵) حاشر (۶) عاقب (۷) مقفیٰ (۸) نبی التوبہ (۹) نبی الرحمۃ (۱۰) نبی الملحمۃ (۱۱) فاتح (۱۲) امین (۱۳) شاہد (۱۴) مبشر (۱۵) بشیر (۱۶) نذیر (۱۷) قاسم (۱۸-۱۹) ضحوک وقتال (۲۰) عبداللہ (۲۱) سراج منیر (۲۲) سید ولد آدم (۲۳) صاحب لواء الحمد (۲۴) صاحب مقام محمود۔

عناصر: ۱) آپ کے اسماء مبارکہ دو قسم کے ہیں: (۱) وہ خصوصی نام جس میں کوئی پیغمبر آپ کے ساتھ شریک نہیں، جیسے محمد، احمد، عاقب، حاشر، مقفیٰ، نبی الملحمۃ۔

۲) وہ اسماء جن کے مفہوم میں دیگر پیغمبر بھی شریک ہیں مگر ان اسماء میں سے کمال صرف آپ کو حاصل ہوا، ان اسماء میں آپ کی خصوصیت کمال کی وجہ سے ہے نہ کہ علَم کی وجہ سے، جیسے رسول اللہ، نبی اللہ، عبداللہ، شاہد، مبشر، نذیر، نبی رحمت، نبی توبہ۔

آپ کے ہر وصف کو اگر نام کا درجہ دیا جائے تو پھر ناموں کی تعداد دو سو (۲۰۰) سے بھی زیادہ ہو جائے گی، جیسے صادق، مصدوق، رؤف ورحیم وغیرہ۔ اسی اعتبار سے بعض علماء کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اگر ہزار اسماء ہوں تو نبی کریم ﷺ کے بھی ہزار اسماء ہوں گے، مگر یہ بات قرآن مجید اور صحیح حدیثوں سے ثابت نہیں۔

۲) ہندوستان کے بعض مقلد علماء نے رسول اللہ ﷺ کے ننانوے (۹۹) نام ذکر کیے ہیں، جن میں الاول، الآخر، الظاہر، الباطن، کے نام بھی ہیں، اور یہ نام اللہ کے نام ہیں، یہ ایک طرح اللہ تعالیٰ کے ننانوے ناموں کے مقابل میں رسول اللہ ﷺ کے لیے بھی ننانوے نام ثابت کر کے شعوری یا غیر شعوری طور پر اللہ کے ساتھ برابری کا تصور پیدا کرنے کی کوشش ہے، جس کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں، مگر آج بڑی کمپنیوں کے سادہ قرآن مجید جو طبع ہو رہے ہیں ان میں پہلے صفحات پر اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہوتے ہیں اور آخری صفحات پر رسول اللہ ﷺ کے ننانوے نام چھپتے ہیں، صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام یاد کرنے کی تلقین فرمائی اور اس کا بڑا ثواب بھی بتایا ہے مگر اپنے ننانوے نام کہیں نہیں بتائے آپ کے تو وہی پانچ نام ہیں، یا پھر قرآن وحدیث سے نکالے گئے باقی انیس (۱۹) نام آپ کے لیے خاص ہیں، مومنوں کو چاہئے کہ صرف آپ کے ثابت شدہ ناموں کی ہی تصدیق کریں، آپ اپنے اسمائے مبارکہ سے کلمہ طیبہ میں بالکل ضم ہو گئے ہیں، کلمہ طیبہ بھی بے نقط ہے اور آپ کے مخصوص تین نام بھی بے نقط ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنی سیرت مبارکہ میں ہر عیب ونقص سے پاک ہیں۔

۳) اب آیئے محمد رسول اللہ ﷺ کے اسمائے مبارکہ کے معانی ومطالب پر غور کریں پھر حالاتِ حاضرہ پر نظر ڈالیں اور دیکھیں کہ آپ ﷺ کیا صرف اپنے اسماء میں محدود ہیں یا حقیقت کی دنیا میں بھی اپنے اسماء کے اعتبار سے سب پر غالب ہیں۔

(۱) **محمد**: یہ نام حمد سے اسم مفعول ہے، یعنی بکثرت لائق تعریف شخص، اچھے اوصاف وعادات کا حامل شخص یعنی وہ ذات جو دوسرے انسانوں کے مقابلے میں زیادہ محمود یعنی تعریف کیا ہوا، یہی وجہ ہے کہ تورات میں آپ کو محمد کے نام سے یاد

کیا گیا ہے۔

(۲) احمد : حضرت عیسیٰ نے اپنی قوم کو بتایا کہ میرے بعد ایک پیغمبر آئے گا جس کا نام احمد ہوگا لفظ احمد بھی حمد سے مشتق ہے اور وہ اسم تفضیل ہے، اس کے معنی ہیں اپنے پروردگار کی سب سے زیادہ تعریف کرنے والا، پھر محمد اور احمد دونوں مترادف ہیں۔ مطلب یہ نکلتا ہے کہ آپ وہ ہیں کہ کیا آسمان، کیا زمین، کیا دنیا، کیا آخرت تمام ہی جہاں کے لوگ آپ کے بیشمار اور ان گنت اوصافِ حمیدہ کے باعث آپ کے ثناخواں ہیں۔

اور شاعری کی صنف نعت میں آپ کی نعتیں بارش کے قطروں اور ریگستان کے سنگریزوں سے بھی زیادہ ہیں اور یہ نعتیں دنیا کی ہرزبان میں ہیں، آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی جیسی تعریفیں بیان کی ہیں کسی دوسرے جلیل القدر پیغمبر سے بھی ایسے جامع اوصاف بیان نہ ہو سکے۔

(۳) ماحی: وہ ذات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ سے آدھی دنیا سے کفر کو مٹادیا ہے۔

(٤) متوکل: صحیح بخاری کے اندر عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے ایک روایت ہے جس میں وہ کہتے ہیں کہ تورات کے اندر میں نے آپ ﷺ کی صفت یوں پڑھی ہے: ''**محمد رسول الله، عبدی ورسولی، سمیته المتوکل لیس بفظ ولاغلیظ ولا سخاب فی الاسواق ولا یجزی بالسیئة السیئة بل یعفو ویصفح ولن اقبضه حتی أقیم به الملة العوجاء بأن یقولوا لا اله الا الله**'' (بخاری: فی تفسیر سورۃ الفتح) محمد اللہ کے رسول، میرے بندے، میرے رسول ہیں، میں نے ان کا نام متوکل رکھا ہے نہ سخت نہ درشت، نہ بازاروں میں شور کرنے والے، وہ بدی کا بدلہ بدی سے نہ دیں گے، بلکہ معاف کریں گے، اور درگزر سے کام لیں گے، میں ان کی روح اس وقت تک قبض نہیں کروں گا، جب تک کہ ان کے ذریعہ ٹیڑھی ملت کو سیدھا نہ کردوں، اور وہ لوگ لا الہ الا اللہ نہ کہنے لگیں۔

☆ اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام متوکل رکھا ہے، کیوں کہ اقامت دین میں آپ کے توکل کی کوئی نظیر نہیں۔

۵) حاشر: حشر کا مفہوم سمیٹنے اور اکھٹا کرنے کے ہیں، سب آپ ﷺ کے قدموں پر سمٹ کر جمع ہوں گے، گویا آپ کی بعثت کا مقصد یہ ہے کہ لوگ ایک جگہ یا ایک عقیدہ پر جمع ہوں گے۔

٦) عاقب: اسے کہتے ہیں جو پیغمبروں کے پیچھے آئے اور اس کے بعد کوئی اور پیغمبر نہ ہو، عاقب بمنزلۂ خاتم النبیین ہے۔

۷) مقفیّ: اس کا مفہوم بھی عاقب ہی کی طرف ہے، یعنی وہ نبی جو پیغمبران قدیم کے آثار پر آئے، آپ ﷺ انبیائے سابقین کے آثار پر مبعوث ہوئے ہیں، گویا آپ انبیاء کے خاتم اور آخری پیغمبر ہیں۔

۸) نبی توبه: وہ نبی جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے زمین والوں کے لیے توبہ کا دروازہ کھول دیا، آپ ﷺ خود بکثرت توبہ واستغفار فرماتے رہے، اور لوگوں کو بھی اس کی تلقین کرتے رہے اور خود روزانہ ہر مجلس میں سو مرتبہ استغفار فرماتے تھے۔ (مسلم)

۹) نبی رحمت: اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا، چنانچہ کیا مومن کیا کافر تمام انسانوں کے حق میں آپ ﷺ رحمت ہیں، مسلمان تو مسلمان کافر کو بھی اس کا حصہ ملا۔

۱۰) نبی ملحمه: وہ نبی جنہیں اپنے دشمنوں کے خلاف مجاہد بنا کر بھیجا گیا، رسول اللہ ﷺ نے اور آپ کی امت نے اللہ کی راہ میں جو جہاد کیا ویسا کسی اور نبی نے نہیں کیا، بڑے بڑے معرکے پیش آئے، آپ کی امت نے سب میں کامیابی حاصل کی اور دوسری امتیں ایسے معرکے پیش کرنے سے قاصر ہیں۔

۱۱) فاتح: وہ نبی جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے رشد وہدایات کا دروازہ کھول دیا، علم نافع اور عمل صالح کی راہیں بتادیں، دنیا بھی آخرت بھی قلوب بھی، سمع وبصر کی صلاحیتیں بھی، دیار وامصار بھی سبھی کو آپ نے فتح کرلیا۔

۱۲) امین: دنیا میں سب سے زیادہ اس نام کے مستحق آپ ہیں۔ آپ وحی الٰہی کے امین ہیں، اللہ تعالیٰ کے دین کے امین ہیں، آسمان والوں کے امین ہیں، زمین والوں کے امین ہیں، نبوت سے بیشتر لوگ آپ کو امین کے لقب سے پکارتے تھے۔

۱۳) شاهد: آپ ﷺ اور آپ کی امت کے لوگ اگلے پیغمبروں اور اگلی امتوں پر گواہ بنائے جائیں گے، آپ ﷺ کی گواہی پر امتوں کے فیصلے ہوں گے، اور فرمایا کہ مستقبل تو صرف امت محمدیہ کا ہے۔

۱٤) مبشر: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت محمدیہ کو ہمیشہ بشارتیں سنائی ہیں اور سب سے بڑی بشارت اس امت کے مستقبل کے سنورنے سے متعلق ہے۔

۱۵) بشیر: آپ ﷺ اطاعت گزاروں کو ثواب کی بشارت دینے والے ہیں، ایسی بشارتیں سنائی ہیں کہ کسی پیغمبر نے اپنی امت کو نہیں سنائیں۔

۱٦) نذیر: آپ ﷺ گنہگاروں کو کافروں کو بدمعاشوں کو اللہ کی وعید سے ڈرانے والے ہیں۔

۱۷) قاسم: تقسیم کرنے والے، آپ ﷺ کی کنیت ابوالقاسم ہے، کیوں کہ آپ کے پہلے فرزند صاحب بچپن میں وفات پاگئے، آپ مال غنیمت تقسیم فرماتے وقت بالکل مال کی فکر نہیں فرماتے تھے، آپ کسی کو اتنا دیتے تھے کہ وہ مالدار ہوجاتا، جنگ حنین کے مال غنیمت کی تقسیم کے موقع پر آپ نے نئے مسلمانوں کو خصوصا مکہ والوں کو اور خصوصا قریش کو اتنا دیا کہ وہ مالدار ہوگئے، آپ سچے قاسم تھے۔

۱۸-۱۹) **ضحوک و قتال**: اللہ کے رسول ﷺ مومنین کے حق میں ہر وقت خوش مزاجی سے پیش آنے والے اور ان کے سامنے ہنسنے اور مسکرانے والے تھے، ان پر نہ غصہ ہوتے اور نہ ترش روئی سے پیش آتے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنے جانی دشمنوں کو بھی نہ گالی دی نہ لعنت بھیجی۔ لیکن حق کی تنفیذ اور حدود کے قائم کرنے اور اللہ کے راستہ سے روکنے والے اس کے دشمنوں کو بخشتے بھی نہیں تھے۔ یہ دونوں اسماء ایک ساتھ بیان کیے جاتے ہیں جس سے آپ کا اللہ کے لیے راضی ہونا، خوش ہونا اور ساتھ ہی اللہ ہی کے لیے ناراض ہونا اور بدلہ لینا ثابت ہوتا ہے۔ (نوٹ: ان دونوں اسماء کو علامہ ابن قیمؒ اور بعض دیگر علماء نے ذکر کیا ہے۔ لیکن اس سلسلے میں صحیح حدیث تک رسائی نہیں ہوسکی)

۲۰) **عبداللہ**: اپنی کتاب قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مختلف مقامات پر عبداللہ کہہ کر پکارا ہے۔ ''فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰی'' (النجم: ۱۰) ''تَبٰرَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ'' (الفرقان: ۱) ''وَاِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَکُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ'' (البقرہ: ۲۳)

۲۱) **سراج منیر**: اللہ تعالیٰ نے آپ کو سراج منیر یعنی روشن چراغ سے موسوم کیا، سورج کو سراج وہاج کہتے ہیں، وہاج میں جلانے بھڑکنے کی خاصیت ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو سراج وہاج کے بجائے، سراج منیر کہا، سراج منیر وہ چراغ ہے جو بغیر جلائے روشنی دیتا ہے، یا سراج منیر سے مراد چاند کے جیسی چاندنی ہے، میٹھی نازک، خوشنما اور آنکھوں کو ٹھنڈک دینے والی روشنی۔

۲۲) **سید ولد آدم**: صحیح بخاری شریف میں آپ کا ارشاد منقول ہے: ''أنا سید ولد آدم یوم القیامة ولا فخر'' یہ فخر کی بات نہیں میں قیامت کے دن اولاد آدم کا سردار ہوں گا۔

۲۳) **صاحب لواء الحمد**: قیامت کے دن آپ ﷺ حمد کا جھنڈا کھڑا کردیں گے، جو مومن ہوگا وہ آپ کے جھنڈے کے نیچے آئے گا، اور حشر کی تمام ہولناکیوں سے بچ جائے گا۔

۲۴) **صاحب مقام محمود**: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا: ''عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا'' (بنی اسرائیل: ۷۹) یقیناً اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود پر کھڑا کردے گا، تمام پیغمبر اس مقام عظیم پر کھڑا ہونے سے معذرت پیش کریں گے، آپ اس مقام پر کھڑے ہو کر امت کے گنہگاروں کو عذاب جہنم سے بچانے کی درخواست کریں گے۔ (صحیح بخاری)

۴) اسمائے مبارکہ کی تعریف وتوصیف اور کلمہ طیبہ کی جلالت وکرامت کو ملاحظہ کرنے کے بعد امت محمدیہ اپنے منصب پر غور کرے، اس امت کا منصب ''تأمرون بالمعروف وتنھون عن المنکر'' ہے اس منصب کو برقرار رکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس امت کو ایک ایسا کلمہ نصیب فرمایا جس کا آدھا حصہ پیارے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے، کیا حروف کے لحاظ سے، کیا تعداد کے اعتبار سے، کیا نقطوں کے حساب سے، اس کلمہ میں برابر آپ ﷺ کا آدھا حصہ ہے، پہلا حصہ شان کبریائی کو بتا رہا ہے، دوسرا حصہ مقام رسالت کو واضح کررہا ہے، دوسرا حصہ اول حصہ میں ضم ہوگیا ہے، گویا اسمائے حسنیٰ میں سے آدھے اوصاف رسول اللہ ﷺ کی ذات بابرکت میں ہیں، رحم وکرم، حلم وبردباری، عدل ومساوات، وفائے عہد، رأفت ورحمت، عفو ودرگزر جیسے اوصاف میں آپ کو اللہ رب العالمین کی طرف سے حصۂ وافر ملا ہوا ہے اور آپ اس کے سزاوار ہیں، باقی خالقیت ومالکیت، قدرت وتوانائی، قہر وغضب، قضاء وقدر، مشیت وارادت جیسے اوصاف میں آپ شریک نہیں ہیں، اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ ﷺ کو رحمۃ للعالمین، خاتم النبین، صاحب لواء حمد اور صاحب مقام محمود جیسا عظیم الشان مرتبہ عنایت فرمایا، سیرت میں، صورت میں بدر کامل بنایا، اور آپ ﷺ کی کوششوں سے ہی ٹیڑھی ملت کو درست فرمایا، اور آپ کی امت میں عمر بن خطاب اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہما جیسے جرنیل پیدا فرمایا، اس میں بڑے بڑے مفسر ومحدث ہوئے، علوم وفنون کے ماہر پیدا ہوئے۔

اختتام: غرضیکہ آپ ﷺ اور آپ کی امت کو وہ مقام ملا جو کسی امت اور پیغمبر کو نصیب نہ ہوسکا، اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائیں اور رسول اللہ ﷺ کی کامل اطاعت فرما کر دین اسلام میں مکمل طور پر داخل ہوجائیں اور اللہ تعالیٰ کے انعامات وعنایات کے شکریہ میں دین اسلام کی ایسی خدمت کریں کہ یہ دین تمام دینوں پر غالب ہوجائے اور امید رکھیں کہ مستقبل صرف اسلام کا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بشر ھذہ الامة بالسناء والرفعة والدین والنصر والتمکین فی الارض'' (صحیح مسند احمد) تم اس امت کو واضح برتری کی چمک، دین کی بلندی، اللہ کی مدد اور زمین میں (ایک خاص شان کے ساتھ) بسیرے کی خوشخبری دے دو۔

ایسے عظیم المرتبت نبی ورسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ہم سلام ودرود کیوں نہ بھیجیں، سلام ودرود بھی ایسا کہ ایک بھیجو تو دس پاؤ۔

سلام اُس پر کہ جس نے خون کے پیاسوں کو قبائیں دیں
سلام اُس پر کہ جس نے گالیاں سُن کر دعائیں دیں
سلام اس پر کہ دشمن کو حیات جاوداں دے دی
سلام اس پر ابو سفیان کو جس نے امان دے دی
سلام اس پر کہ اسرارِ محبت جس نے سمجھائے
سلام اس پر کہ جس نے زخم کھا کر پھول برسائے
سلام اس پر کہ جس کے گھر میں چاندی تھی نہ سونا تھا
درود اس پر کہ جس کے خلق کی تفسیر قرآن ہے

☆☆☆

سلف صالحین کے نزدیک لفظ ''اہل حدیث'' کا معنی ومفہوم

فاروق عبداللہ نراین پوری
پی ایچ ڈی ریسرچ، شعبہ فقہ السنۃ
جامعہ اسلامیہ، مدینہ طیبہ

''اصحاب الحدیث'' کا اطلاق کرتے ہیں تو اس سے ان کی مراد وہ جماعت ہوتی ہے جن کا مشغلہ علم حدیث پڑھنا اور پڑھانا ہے۔یعنی محدثین کی جماعت۔

ان کے مطابق آج کل جو ''منہج صحابہ وتابعین پر چلنے والوں'' کے معنی میں اس کا استعمال کیا جاتا ہے اور ایسے شخص کے لئے بھی اسے استعمال کرتے ہیں جن کا علم حدیث سے کوئی شغف نہیں ہوتا یہ ایک نئی اصطلاح ہے۔سلف اس معنی میں اس لفظ کا استعمال نہیں کرتے تھے۔

اسی مغالطہ کو دور کرنے کے لئے یہ چند سطور آپ کی خدمت میں پیش کئے جا رہے ہیں۔

اگر علمائے متقدمین ومتاخرین کی کتابوں میں بغور دیکھا جائے تو لفظ ''اہل حدیث'' یا ''اصحاب حدیث'' کا اطلاق ان کے نزدیک دو معنوں میں ہوتا ہے:

(1) خاص معنی: ہر وہ شخص جس کا تعلق علم حدیث پڑھنے پڑھانے سے ہو۔یعنی محدثین کرام۔چونکہ اس معنی کا کوئی انکار نہیں کرتا اس لئے اس کی تفصیل کی ضرورت محسوس نہیں کی جا رہی ہے۔

(2) عام معنی: ہر وہ شخص جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ وتابعین اور ان کی اتباع کرنے والوں کے طریقے ومنہج پر قائم ہو، چاہے اس کا تعلق علم حدیث سے ہو، یا فقہ سے، یا لغت وادب سے، یا کسی بھی دوسرے فن سے۔بلکہ ایک عام شخص بھی اس وصف کے اندر داخل ہے گرچہ اس کا تعلق کسی بھی علم سے نہ ہو، جاہل ہو، اگر وہ صحابہ وتابعین کے منہج پر قائم ہے، بدعات وخرافات سے دور ہے، تو سلف صالحین اس پر ''اہل حدیث'' اور ''اصحاب حدیث'' کا اطلاق کرتے ہیں۔دوسرے لفظوں میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ یہ لفظ ان کے نزدیک ''اہل سنت والجماعت'' کے مترادف ہے۔جس کسی نے بھی علمائے سلف کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے اس کے لئے یہ چیز اظہر من الشمس ہے۔

سلف صالحین کے اقوال سے چند دلیلیں بطور نمونہ ملاحظہ فرمائیں:

پہلی دلیل: یزید بن ہارون رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے حماد بن زید رحمہ اللہ سے پوچھا: **یا أبا اسماعیل ھل ذکر اللہ عزوجل أصحاب الحدیث فی القرآن؟ فقال: بلی، ألم تسمع الی قولہ: لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم فھذا فی کل من رحل فی طلب العلم والفقہ، ویرجع بہ الی من وراءہ، یعلمھم ایاہ.**

اے ابو اسماعیل کیا اللہ تعالی نے قرآن میں اصحاب حدیث کا تذکرہ کیا ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا: ہاں، کیا تم یہ آیت نہیں سنے ہو: لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَ لِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ ، یہ آیت ہر اس شخص کے متعلق ہے جو علم وفقہ کے حصول کے لئے سفر کرتا ہے، اور واپس آکر دوسروں کو اس کی تعلیم دیتا ہے۔) [دیکھیں: شرف اصحاب الحدیث للخطیب البغدادی، ص59]

یہاں حماد بن زید رحمہ اللہ نے ''اصحاب حدیث'' کا لقب صرف محدثین کے لئے خاص نہیں کیا ہے، بلکہ ہر وہ شخص جو علم دین حاصل کرتا ہے چاہے اس کا تعلق کسی بھی فن سے ہو اس پر ''اصحاب حدیث'' کا اطلاق کیا ہے۔

اسی طرح کی بات عبد الرزاق الصنعانی رحمہ اللہ نے بھی کہی ہے۔ [دیکھیں: شرف اصحاب الحدیث للخطیب البغدادی، ص59]

دوسری دلیل: ابو بکر احمد بن عبد الرحمن النسفی المقری فرماتے ہیں: **کان مشایخنا یسمون أبا بکر بن اسماعیل أبا ثمود، لأنہ کان من أصحاب الحدیث، فصار من أصحاب الرأی، یقول اللہ تعالی: ''وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى''۔**

ہمارے مشایخ ابو بکر بن اسماعیل کو ابو ثمود کے نام سے یاد کرتے تھے کیونکہ وہ پہلے اصحاب حدیث میں سے تھے، بعد میں اصحاب رائے میں سے ہو گئے۔اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے: اور ثمود کو ہم نے ہدایت کا راستہ دکھایا لیکن انھوں نے ہدایت کے مقابلے میں گمراہی کو پسند کیا۔) [دیکھیں: شرف اصحاب الحدیث للخطیب البغدادی، ص75]

یہاں پر سیاق بالکل واضح ہے کہ ''اصحاب حدیث'' کا اطلاق ''اہل سنت

والجماعت'' کے معنی میں کیا گیا ہے۔ جب تک وہ صحیح منہج پر قائم رہے انھیں وہ ''اصحاب حدیث'' میں سے شمار کرتے رہے لیکن جیسے ہی ان کا منہج بگڑا اور نصوص کو چھوڑ کر رائے وقیاس اور خواہشات نفسانی کے پیچھے پڑ گئے انھیں ''اصحاب حدیث'' کے زمرے سے نکال کر ''ابوثمود'' کہنے لگے؛ کیونکہ قرآن میں اللہ تعالی نے ثمود کی یہ صفت بیان کی ہے کہ انھوں نے ہدایت کا راستہ پانے کے باوجود گمراہی کو ہدایت پر فوقیت دی۔

یعنی ان مشائخ کے بقول صحیح منہج پر چلنے والے ہدایت یافتہ اور ''اصحاب حدیث'' ہیں۔اوران کے مقابلے میں ''اہل بدعت'' ہیں۔

پتہ چلا کہ سلف ''اصحاب حدیث'' کا اطلاق علم حدیث کے ماہرین پر ہی نہیں کرتے تھے بلکہ صحیح منہج کے پیروکاروں کے لئے یہ لقب ان کے یہاں بالکل عام تھا۔ ورنہ یہ لازم آئے گا کہ ابوبکر بن اسماعیل پہلے علم حدیث کے ماہر تھے پھر اچانک جاہل ہوگئے جس کی وجہ سے سلف نے ان کے لئے یہ لقب استعمال کرنا بند کردیا۔ یہ معنی کوئی متعصب شخص بھی نہیں سوچ سکتا۔

تیسری دلیل: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی ہے کہ قیامت تک ایک جماعت حق پر قائم رہے گی۔اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی کہا ہے کہ میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی، سبھی جہنم جانے والے ہیں سوائے ایک فرقے کے،اور یہ وہ جماعت ہے جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقے پر ہوں گے۔

اس جماعت کی تشریح میں سلف صالحین کی ایک جماعت مثلا: عبد اللہ بن مبارک، یزید بن ہارون، علی بن مدینی، احمد بن حنبل، محمد بن اسماعیل البخاری رحمہم اللہ وغیرہم نے کہا ہے کہ وہ ''اصحاب حدیث'' ہیں۔[دیکھیں: شرف اصحاب الحدیث للخطیب البغدادی، ص25-27]

ظاہری بات ہے کوئی یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ صرف علم حدیث پڑھنے پڑھانے والے ہی اس نجات یافتہ جماعت میں داخل ہیں، اور باقی جو دوسرے علوم وفنون سے تعلق رکھتے ہیں، یا جن کا تعلق علم کے ساتھ نہیں ہے وہ نجات یافتہ نہیں۔ بلکہ ہر کوئی یہ مانتا ہے کہ چاہے کوئی جاہل ہی کیوں نہ ہو اگر سلف صالحین کے منہج پر ہے، اہل بدعت کے منہج پر نہیں تو وہ ان شاء اللہ نجات یافتہ ہے۔اور انھیں کے متعلق نبوی بشارت ہے۔ باقی جو دوسرے گروہ ہیں وہ تحت المشیئہ ہیں۔[تفصیل کے لئے امام صنعانی رحمہ اللہ کی کتاب:افتراق الأمة الى نيف وسبعين فرقة کی طرف رجوع کریں۔]

ان اجلائے سلف کا مذکورہ احادیث کی شرح میں نجات یافتہ جماعت پر ''اصحاب الحدیث'' کا اطلاق کرنا واضح دلیل ہے کہ یہ لفظ ان کے نزدیک صرف علم حدیث کے ساتھ جڑے رہنے والوں کے لئے خاص نہیں تھا بلکہ ''اہل بدعت'' کے مقابلے میں ہر اس شخص پر جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے طریقے پر ہو اس کا اطلاق کرتے تھے۔اور یہ اطلاق ان کے نزدیک بہت معروف ومشہور تھا۔ ورنہ یہ لازم آئے گا کہ سلف کے نزدیک نجات یافتہ جماعت صرف علم حدیث پڑھنے پڑھانے والے ہی ہیں۔جس کا بطلان ہر ایک کے لئے بالکل واضح ہے۔

چوتھی دلیل: امام ابوعثمان اسماعیل بن عبدالرحمن الصابونی (متوفی 449ھ) نے اپنی شہرہ آفاق کتاب کا نام ہی ''عقیدۃ السلف اصحاب الحدیث'' رکھا ہے جس سے واضح ہے کہ اہل حدیث سے ان کی مراد سلف صالحین ہیں، صرف علم حدیث پڑھنے پڑھانے والے نہیں۔اور اس کتاب میں بہت ساری جگہوں پر سلف کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے اسے ''اہل حدیث اور اصحاب حدیث کا عقیدہ'' کہا ہے۔ بطور مثال چند نمونے ملاحظہ فرمائیں:

الف: ويعتقد أهل الحديث ويشهدون أن الله سبحانه وتعالى فوق سبع سموات على عرشه (عقيدة السلف أصحاب الحديث) (ص:6)]

ب:مذهب أهل الحديث أن الايمان قول وعمل ومعرفة، يزيد بالطاعة وينقص بالمعصية (عقيدة السلف أصحاب الحديث) (ص: 25)]

ج:يشهد أصحاب الحديث ويعتقدون أن القرآن كلام الله وكتابه، ووحيه وتنزيله غير مخلوق، ومن قال بخلقه واعتقده فهو كافر عندهم (عقيدة السلف أصحاب الحديث) (ص:3)]

د:ومن قال: ان القرآن بلفظى مخلوق، أو لفظى به مخلوق فهو جاهل ضال كافر بالله العظيم وانما ذكرت هذا الفصل بعينه من كتاب ابن مهدى لاستحسانى ذلک منه، فانه اتبع السلف أصحاب الحديث (عقيدة السلف أصحاب الحديث) (ص:4)]

ہ.يثبت أصحاب الحديث نزول الرب سبحانه وتعالى كل ليلة الى السماء الدنيا، من غير تشبيه له بنزول المخلوقين، ولا تمثيل ولا تكييف بل يثبتون ما ثبته رسول الله صلى الله عليه وسلم، وينتهون فيه اليه، ويمرون الخبر الصحيح الوارد بذكره على ظاهره، ويكلون

علمه الى الله (عقيدة السلف أصحاب الحديث) (ص:9)]

و: يعتقد ويشهد أصحاب الحديث أن عواقب العباد مبهمة، لا يدرى أحد بما يختم له (عقيدة السلف أصحاب الحديث) (ص:30)]

ان تمام نصوص کو بغور دیکھیں! مسئلہ کی حقیقت جاننے کے لئے یہ کافی وشافی ہیں۔

امام صابونی کی اس کتاب میں ایسی بہت ساری مثالیں موجود ہیں جن سے بالکل صاف ہے کہ ''اہل حدیث'' اور ''اصحاب حدیث'' کا استعمال سلف صالحین کے نزدیک علم حدیث پڑھنے پڑھانے والوں کے لئے خاص نہیں تھا بلکہ عمومی معنی میں ہر اس شخص پر اس کا استعمال ان کے نزدیک معروف ومشہور تھا جو صحابہ وتابعین کے منہج پر چلنے والے تھے۔

پانچویں دلیل: شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ صفات باری تعالی کے سلسلے میں سلف کا موقف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: مذهب اهل الحديث وهم السلف من القرون الثلاثة، ومن سلك سبيلهم من الخلف أن هذه الأحاديث تمر كما جاء ت ۔[مجموع الفتاوی (6/355)]

اہل حدیث کا مذہب- اور وہ قرون ثلاثہ کے سلف ہیں اور خلف میں سے جو بھی ان کے راستے پر چلنے والے ہیں- یہ ہے کہ ان احادیث کو ویسے ہی بیان کیا جائے جیسے وہ وارد ہوئے ہیں۔

یہاں شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بہت ہی صریح لفظوں میں بیان کیا ہے کہ ''اہل حدیث'' کا اطلاق قرون ثلاثہ کے سلف صالحین اور بعد کے زمانے میں ان کے منہج پر چلنے والوں پر ہوتا ہے۔

خلاصہ کلام: سلف صالحین کے نزدیک ''اہل حدیث'' اور ''اصحاب حدیث'' کا اطلاق جس طرح ''محدثین'' پر ہوتا ہے اسی طرح عام معنی میں وہ ''صحابہ وتابعین کے منہج پر چلنے والوں'' پر بھی ہوتا ہے، چاہے ان کا تعلق علم حدیث پڑھنے پڑھانے سے ہو یا کسی بھی علم سے۔ بلکہ اگر پڑھنا لکھنا نہ بھی جانتے ہوں اگر اہل سنت والجماعت کے اصول سے منحرف نہیں ہیں، سلف کے منہج پر چلنے والے ہیں تو سلف کی اصطلاح میں وہ اہل حدیث ہیں۔ اس لئے یہ کہنا صحیح نہیں کہ ان کے کلام میں ''اہل حدیث'' و''اصحاب حدیث'' کا مطلب محدثین ہی ہیں، منہج صحابہ وتابعین پر چلنے والے نہیں۔

اللهم ارنا الحق حقًا، وارزقنا اتباعه، وارنا الباطل باطلًا، وارزقنا اجتناب.

☆☆☆

(صفحہ نمبر ۷ کا بقیہ)

احادیث مبارکہ میں اسے "جنت کا خزانہ" اور "جنت کا دروازہ" کہا گیا ہے۔ ''يا عبدالله بن قيس! قل لا حول ولا قوة الا بالله فانها كنز من كنوز الجنة'' (بخاری: 6384) ''الا ادلك على باب من ابواب الجنة؟ قلت: بلى! قال: لا حول ولا قوة الا بالله'' (مسند احمد: 15480)

اللہ تعالی ہمارے حالات پر رحم فرمائے۔ سکون وقرار نصیب فرمائے۔ اپنی اطاعت وبندگی کرنے اور اسی سے استمداد واستعانت کی سچی توفیق ارزانی کرے۔

و اعلم ان الامة لو اجتمعت......الخ ''یہ رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس نصیحت کا آخری ٹکڑا ہے، جو انہوں نے ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کو کی۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ پوری کائنات مل کر تجھے تقدیر سے زیادہ نہ کچھ نفع دے سکتی ہے، اور نہ نقصان پہنچا سکتی ہے۔ قلم بند کردیئے گئے اور صحیفۂ تقدیر لپیٹ دیے گئے ہیں۔

یہ حدیث قضاء وقدر اور توکل پر ایمان کو واجب کرتی ہے۔ واضح رہے کہ تقدیر پر ایمان ارکان ایمان کا ایک رکن ہے۔ انسان کو تقدیر پر ایمان رکھتے ہوئے اللہ کو اپنا نافع وضار سمجھنا چاہیے۔

یہ ایمان بالقدر انسان کو طاقتور، جری بناتا ہے۔ اور اس کے اندر ثبات و استقامت، حلم وتحمل کے جوہر پیدا کرتا ہے۔ اور اسے ہر قسم کے وساوس وخطرات اور اندیشۂ فردا سے آزاد کردیتا ہے۔

تقدیر پر ایمان رکھنے والا انسان متواضع ہوتا ہے۔ وہ دوسروں کی نعمت پر حسد نہیں کرتا۔ اور مصائب کا دلیری سے مقابلہ کرتا ہے۔ اسے یہ یقین ہوتا ہے کہ نفع و نقصان سب اللہ کے اختیار میں ہے۔ اس لیے اگر اسے کوئی منصب، نفع حاصل ہوتا ہے، تو وہ یہ سمجھتا ہے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ اس نے میری تقدیر میں لکھ دیا تھا۔ اور اگر کوئی نقصان، خسارہ یا مصیبت لاحق ہوتی ہے، تو وہ یہ سمجھتا ہے کہ ایسا ہی اللہ نے میری تقدیر میں لکھ دیا تھا۔ پھر وہ اللہ کے فیصلے پر راضی برضا ہوتا ہے۔ اور اپنی امیدیں، آرزوئیں اللہ سے وابستہ رکھتا ہے۔

اس نصیحت کا دوسرا مفہوم یہ بھی ہے کہ صرف اللہ پر توکل اور بھروسہ کرنا چاہئے اور یہی ایمان کا تقاضہ بھی ہے اس لئے آپ نے یہ نصیحت فرمائی کہ ہر حال میں اللہ پر اعتماد وبھروسہ رکھے۔ ساری انسانیت مل کر تمہیں کوئی فائدہ پہنچانا چاہے تو نہیں پہنچا سکتی اور اسی طرح سب لوگ مل کر تمہیں نقصان پہنچانا چاہیں تو کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ وہی ہوگا جو اللہ تعالی کو منظور ہوگا۔

واضح رہے کہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے، منتظر فردا رہنے کا نام توکل نہیں ہے، بلکہ محنت وکوشش کے بعد نتائج وعواقب کو اللہ تعالی کے سپرد کرنے کا نام توکل ہے۔ اور جو اللہ پر توکل کرے گا وہ اس کے لئے کافی ہے۔ ''وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهُ'' (طلاق: ۳)

☆☆☆

شعبان کے مختصر احکام ومسائل

مولانا عبدالمنان مظہرالدین سلفی شکراوی

شعبان کی وجہ تسمیہ: امام ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں شعبان کی وجہ تسمیہ بیان کی ہے کہ شعبان کو شعبان اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ ماہ رجب حرمت والا مہینہ ہے اس میں عرب لڑائی جھگڑے سے پرہیز کرتے تھے اور جب ماہ رجب ختم ہوجاتا تو ماہ شعبان میں لوگ پانی کی تلاش یا قتل وخونریزی کی غرض سے زمین میں پھیل جاتے تھے۔

ماہ شعبان کی فضیلت: اس ماہ میں اعمال اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کیے جاتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! جتنے روزے آپ ماہ شعبان میں رکھتے ہیں، میں نے آپ کو اتنے روزے کسی اور مہینے میں رکھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رجب اور رمضان کے درمیان یہ ایسا مہینہ ہے جس سے لوگ غفلت برتتے ہیں۔ یہ ایسا مہینہ ہے جس میں اعمال اللہ رب العلمین کے حضور پیش کیے جاتے ہیں، تو میں چاہتا ہوں کہ میرا عمل اس حال میں پیش کیا جائے کہ میں روزے سے رہوں۔ (نسائی)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس ماہ میں کثرت سے روزہ رکھتے تھے، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ماہ شعبان سے زیادہ کسی اور مہینے میں روزہ نہیں رکھتے تھے، آپ پورا شعبان روزہ رکھتے تھے۔ (بخاری)

شعبان کی درمیانی رات میں گناہوں کی بخشش سے متعلق حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی رات (اپنے بندوں پر) نظر فرماتا ہے پھر مشرک اور (مسلمان بھائی سے) دشمنی رکھنے والے کے سوا ساری مخلوق کی بخشش فرما دیتا ہے۔ (ابن ماجہ) علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو حسن کہا ہے۔

شعبان کے روزوں کی حکمت: ''امام ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ماہ شعبان کے روزے بطور مشق ہیں تاکہ رمضان کے روزوں میں کسی قسم کی مشقت وپریشانی نہ ہو اور روزہ رکھنے کی عادت ہوجائے نیز روزہ رکھنے کی چاشنی ولذت محسوس ہونے لگے اور ماہ رمضان کے روزے پوری قوت وچستی کے ساتھ شروع کیے جاسکیں۔ چونکہ شعبان رمضان کی تمہید ہے تو روزہ، تلاوت قرآن کریم جیسے اعمال جو رمضان میں کیے جاتے ہیں شعبان ہی میں شروع کردیے جائیں اور رمضان کے استقبال کی پوری تیاری ہوجائے اور ذہن ودماغ رب کریم کی رضا وخوشنودی پر رضامند وآمادہ ہوجائیں۔'' (لطائف المعارف)

اکثر اہل علم کہتے ہیں کہ فرائض سے متصل جو نوافل عبادات ہوتی ہیں ان کی بڑی اہمیت وفضیلت ہے۔ شعبان اور شوال کے روزے اسی طرح ہیں جس طرح فرض نمازوں سے پہلے اور بعد میں سنتیں پڑھی جاتی ہیں لہٰذا ان کی فضیلت دیگر نوافل سے زیادہ ہے۔

شعبان میں اسلاف کا عمل: سلمہ بن کہیل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ماہ شعبان کو قاریوں کا مہینہ کہا جاتا تھا۔'' جب ماہ شعبان شروع ہوجاتا تو حبیب بن ثابت رحمہ اللہ فرماتے: یہ قاریوں کا مہینہ ہے۔'' جب ماہ شعبان داخل ہوجاتا تو عمر بن قیس ملائی رحمہ اللہ اپنی دکان بند کردیتے اور قرآن کریم کی تلاوت کے لیے فارغ ہوجاتے۔ (لطائف المعارف) ابوبکر بلخی فرمایا کرتے تھے: رجب کھیتی کا مہینہ ہے اور شعبان کھیتی کی سیرابی کا اور رمضان کھیتی کاٹنے کا۔'' یہ بھی فرماتے تھے: رجب کی مثال ہوا کی، شعبان کی بادل کی اور رمضان کی بارش کی سی ہے۔ جس نے رجب میں جوتا بویا نہیں اور شعبان میں کھیتی کو سیراب نہیں کیا تو وہ رمضان میں کھیتی کاٹنے کا خواب کیسے دیکھ سکتا ہے۔ یہ ہمارے اسلاف تھے جو مسائل کی باریکیوں کو سمجھتے بھی تھے اور ان کے مطابق عمل بھی کرتے تھے۔ افسوس ہماری سوچ دور دور تک بھی ان سے میل نہیں کھاتی ہے۔ عبادات کے اندر زمان ومکان کی بڑی اہمیت ہوتی ہے لیکن اگر کسی کو موقع ملے اور وہ اسے گنوا دے تو اس سے بڑی بدنصیبی اور کیا ہوسکتی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جب رمضان آتا ہے تو لوگ بڑا اہتمام کرتے ہیں، چھٹیاں لے کر عبادات میں مشغول ہوجاتے ہیں اعتکاف کرتے ہیں، بہت سے تو حرمین کا قصد کرتے ہیں اور وہاں خوب عبادت کرتے ہیں لیکن خشوع وخضوع، انابت، پروردگار سے لولگانے کی وہ کیفیت نہیں ہو پاتی جو مطلوب ہے۔ اس کی وجہ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہ انہوں نے اس موسم کی آمد سے پہلے اس کی تیاری نہیں کی، اس

کے تقاضوں کو پورا نہیں کیا، اس طرح سب پھسپھسا ہوکر رہ گیا، ساری عمر ایسے ہی گزر گئی اور اعمال ھباء منثورا ہو گئے۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ

رمضان پانے کی دعا: صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین چھ مہینے دعا کرتے رہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ انہیں رمضان نصیب کرے جبکہ بعد کے چھ مہینے اس ماہ میں کیے گیے اعمال کی قبولیت کی دعا کیا کرتے تھے۔ یحیٰ بن کثیرؒ بیان کرتے تھے کہ صحابہ کرام یہ دعا کیا کرتے تھے: اے اللہ! مجھے رمضان کے حوالے کردے، میرے لیے اسے سلامتی والا بنادے اور اس (میں کیے گیے اعمال) کو مجھ سے قبول فرمالے۔'' وہ یہ دعا اس لیے کرتے تھے کیونکہ رمضان تک زندہ رہنے کی کیا گارنٹی ہے۔ اور اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ جب رمضان آئے گا تو لازمی طور پر صحت وتندرستی باقی رہے گی۔ کیا آپ کے ذہن ودماغ میں کبھی یہ بات آئی کہ جس نے رمضان پالیا اس کی کیا عظمت وفضیلت ہے؟ کیا آپ نے کبھی سوچا کہ اس میں کیے گیے اعمال کا ثواب کس قدر عظیم ہے؟ حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دور دراز کے دو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، وہ دونوں ایک ساتھ اسلام لائے تھے، ان میں ایک دوسرے کی نسبت بہت محنتی تھا، تو محنتی نے جہاد کیا اور شہید ہوگیا، پھر دوسرا شخص اس کے بعد ایک سال تک زندہ رہا، اس کے بعد وہ بھی مرگیا۔ طلحہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جنت کے دروازے پر کھڑا ہوں، اتنے میں وہ دونوں شخص نظر آئے اور جنت کے اندر سے ایک شخص نکلا، اور اس کو جنت کے اندر جانے کی اجازت دی جس کا انتقال آخر میں ہوا تھا، پھر دوسری بار نکلا، اور اس کو اجازت دی جو شہید کردیا گیا تھا، اس کے بعد اس شخص نے میرے پاس آکر کہا: تم واپس چلے جاؤ، ابھی تمہارا وقت نہیں آیا۔ صبح اٹھ کر طلحہ رضی اللہ عنہ خواب بیان کرنے لگے تو لوگوں نے بڑے تعجب کا اظہار کیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر پہنچی اور لوگوں نے یہ سارا قصہ آپ سے بیان کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں کس بات پر تعجب ہے؟ انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول! پہلا شخص نہایت تہجد گزار تھا اور پھر شہید بھی کردیا گیا۔ اور یہ دوسرا شخص اس سے پہلے جنت میں داخل کیا گیا! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا یہ ایک سال اس سے زائد زندہ نہیں رہا؟ لوگوں نے کہا: کیوں نہیں، ضرور زندہ رہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک سال میں تو اس نے رمضان کا مہینہ پایا، روزے رکھے، اور نماز بھی پڑھی اور اتنے سجدے کیے، کیا یہ حقیقت نہیں ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: یہ تو ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو اسی وجہ سے ان دونوں (کے درجے) میں زمین وآسمان کے فاصلے سے بھی زیادہ دوری ہے۔ (ابن ماجہ) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رمضان ایک بہت بڑی نعمت اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑا فضل وانعام ہے۔ رمضان میں دن کے روزوں اور رات کی نماز پاکر انسان ان شہیدوں سے بھی آگے نکل سکتا ہے جنہوں نے رمضان نہیں پایا۔

بعض لوگ سخت گرمی کے موسم میں روزہ چھوڑ دیتے ہیں اور طرح طرح کے حیلے بہانے تراشنے لگتے ہیں جبکہ ماہ رمضان میں جتنی زیادہ گرمی میں روزے رکھے جائیں گے روزہ رکھنے والا اتنا ہی زیادہ اجروثواب کا مستحق ہوگا جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ جب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی موت کا وقت قریب آیا تو انہیں اس بات کا بڑا املال تھا کہ اب پیاس کی شدت والے روزے نصیب نہ ہوں گے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ وہ گرمی میں روزے رکھتے اور سردی کے موسم میں بغیر روزہ رکھے رہتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبداللہ کو موت کے وقت وصیت فرمائی تھی کہ وہ سخت گرمی میں روزوں کو لازم پکڑیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی سخت گرمی کے ایام میں روزہ رکھتی تھیں۔

شعبان کی پندرھویں شب کے احکام: اس رات کے بارے میں بظاہر دو متضاد روایتیں ہیں جن میں تطبیق کی صورت بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے: (۱) جب آدھا شعبان ہوجائے تو روزہ نہ رکھو۔ (۲) اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم روزہ رکھتے رکھتے ماہ شعبان کو ماہ رمضان سے ملا دیتے تھے۔

اس سلسلے میں شیخ ابن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پورے شعبان کا روزہ رکھتے تھے اور کبھی تھوڑا حصہ روزہ رکھتے تھے۔ جس حدیث میں نصف شعبان کے بعد روزہ رکھنے کی ممانعت ہے، وہ روایت صحیح ہے، جیسا کہ علامہ ناصر الدین البانی نے کہا ہے لیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص آدھا مہینہ گزر جانے کے بعد روزہ شروع کرتا ہے تو یہ درست نہیں ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص پورے مہینے یا اکثر حصے کا روزہ رکھتا ہے تو یہ سنت کے مطابق ہے۔ (مجموع الفتاویٰ: ۱۵/۳۸۵)

ایک مسئلہ یہ ہے کہ کیا پندرہویں شعبان کو روزہ رکھنے کے لیے خاص کرنا مستحب ہے؟ تو یہ مکروہ ہے، اس دن کو روزے کے لیے خاص کرنے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ (مجموع الفتاویٰ: ۱۰/۳۸۵)

ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ پندرہویں شعبان کی رات کو محفل منعقد کرنا شرعا کیسا ہے؟ شیخ ابن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں: پندرہویں شعبان کی رات محفل منعقد کرنا اور اس دن روزہ رکھنا، بعض لوگوں کی ایجاد کردہ بدعات میں سے ہے۔ اس کی کوئی ایسی دلیل نہیں ہے جس پر اعتماد کیا جاسکے۔ اس کی فضیلت میں بعض ضعیف

احادیث ہیں جن پر اعتماد کرنا جائز نہیں۔(مجموع الفتاویٰ:۱/۱۸۶)

شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے یہ بھی فرمایا: کہ پندرہویں شعبان کی رات کو نماز وغیرہ کا اہتمام کرنا اور اس کے دن کو روزے کے لیے خاص کرنا، اکثر اہل علم کے نزدیک قبیح بدعت ہے۔اس کی شریعت مطہرہ میں کوئی بنیاد نہیں ہے، بلکہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانے کے بعد اس کا وجود عمل میں آیا۔(مجموع الفتاویٰ:۱/۱۹۱)

علامہ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: صحیح مسلک یہی ہے کہ پندرہویں شعبان کا روزہ یا خاص طور پر اس دن تلاوت یا ذکر واذکار کی شریعت مطہرہ میں کوئی اصل وبنیاد نہیں ہے۔پندرہویں شعبان کا دن دیگر مہینوں کے دنوں ہی کی طرح ہے۔(مجموع الفتاویٰ:۲۰۔۲۳)

نیز فرماتے ہیں: پندرہویں شعبان کو خصوصیت کے ساتھ روزہ رکھنا سنت نہیں ہے اور جب سنت نہیں ہے تو لامحالہ بدعت ہے۔کیونکہ روزہ ایک عبادت ہے اور عبادت کی مشروعیت ثابت نہ ہو تو وہ لامحالہ بدعت ہوگی۔(مجموع الفتاویٰ:۲۰۔۲۶)

پندرہویں شعبان کی رات قیام کے سلسلے میں علامہ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس کے تین مراتب ہیں: (۱) اگر کسی شخص کی رات کی نماز کی عادت ہے اور اس بنا پر پندرہویں شعبان کی رات بھی عبادت کرتا ہے اور اس رات میں خصوصیت کے ساتھ کوئی اضافہ نہیں کرتا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔(۲) اگر پندرہویں شعبان کی رات میں نماز پڑھتا ہے اور دیگر راتوں میں نہیں تو یہ بدعت ہے۔(۳) اس رات، متعین تعداد میں نماز پڑھتا ہے اور ایسا ہر سال کرتا ہے تو پہلے والی بدعت سے بھی زیادہ سخت بدعت اور یہ عمل سنت سے دور ہے۔(مجموع الفتاویٰ:۲۰/۲۸۔۳۰)

پندرہویں شعبان کی رات، سال بھر کی روزی اور اعمال کی تقدیر لکھی جاتی ہے، کے بارے علامہ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ باطل ہے بلکہ یہ سب لیلۃ القدر میں ہوتا ہے۔(مجموع الفتاویٰ:۲۰۔۳۰)

اس رات کھانا تیار کرنا اور اسے والدین کے شام کے کھانے کا نام دینا کیسا ہے؟ کے جواب میں شیخ فرماتے ہیں کہ بعض لوگ پندرہویں شعبان کے دن کھانے بنا کر فقیروں اور محتاجوں میں تقسیم کرتے ہیں اور اسے والدین کے شام کے کھانے کا نام دیتے ہیں جس کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی ثبوت نہیں ہے۔لہٰذا اس دن کو ان اعمال کے لیے خاص کرنا بدعات میں سے ہے۔مجموع الفتاویٰ:۲۰۔۳۱)

☆☆☆☆☆

شرائط حصول تصدیق نامہ

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

(۱) وہ طلباء جو اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے بیرونی جامعات میں داخلے کے خواہش مند ہوں اور انہیں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا توصیہ مطلوب ہو وہ درخواست بنام امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، تعلیمی اسناد کی مصدقہ فوٹو کاپی دو اساتذہ کا تزکیہ اور صوبائی جمعیت کے امیر/ ناظم کا تزکیہ دفتر میں جمع کریں۔ مذکورہ معلومات وکاغذات کی روشنی میں غور کرنے کے بعد ہی توصیہ جاری کیا جائے گا۔

(۲) وہ ذمہ داران معاہد ومدارس وجامعات جنہیں حصول تعاون کے لیے مرکزی جمعیت کا توصیہ یا اس کی تجدید مطلوب ہو، درج ذیل شرائط کی تکمیل کے بعد توصیہ حاصل کر سکتے ہیں:

(الف) ادارے کے لیٹر ہیڈ پر توصیہ کے لیے ذمہ دار ادارہ کی جانب سے اصل درخواست بنام امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند۔

(ب) متعلقہ صوبائی جمعیت کے امیر/ ناظم کا، امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت کے نام سفارشی خط یا نئی تصدیق جس میں معیار تعلیم، تعداد طلبہ واساتذہ مذکور ہو۔

(ج) جمعیت کے شعبۂ احصائیات برائے مدارس میں اندراج۔

(د) جمعیت کے آرگن پندرہ روزہ ’ ’ جریدہ ترجمان‘‘ (اُردو)، ماہنامہ ’’اصلاح سماج‘‘ (ہندی)، نیز ماہنامہ ’’دی سمپل ٹروتھ‘‘ (انگریزی) کا ادارہ کے نام اجراء اور قدیم خریدار ہونے کی صورت میں اس کے بقایا جات کی ادائیگی۔

(۳) علاوہ ازیں مرکزی جمعیت کی جانب سے سفارشی خطوط حاصل کرنے کے لیے ذمہ داران صوبائی وضلعی جمعیات ومعروف علماء کرام کی نئی تصدیقات کا پیش کیا جانا لازمی ہے۔درخواست دہندہ اپنے دستخط کے ساتھ نام اور عہدہ صاف صاف لکھیں۔کسی بھی قدیم تصدیق کی تجدید یا اس میں حذف واضافہ کے لیے صوبائی جمعیت سے حاصل شدہ نئی اصل تصدیق کا پیش کیا جانا ضروری ہے بصورت دیگر کوئی بھی عذر مقبول نہ ہوگا۔

نوٹ: جو حضرات مرکزی جمعیت کی تصدیق کے خواہاں ہوں وہ کسی بھی قسم کی زحمت سے بچنے کے لئے رمضان سے قبل تصدیق حاصل کرلیں اور بذریعہ ڈاک منگوانے کے لئے رجسٹری ڈاک خرچ نقد نیز جریدہ ترجمان، اصلاح سماج ودی سمپل ٹروتھ کے بقایا جات کی رسید کی فوٹو کاپی ارسال کرنا نہ بھولیں۔

دفتر نظامت عامہ: مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

ماہ شعبان - رسم و رواج اور حقیقت

عبدالاحد احسن جمیل آل عبدالرحمٰن
جامعۃ الملک خالد، ابہا

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على نبينا محمد وعلى آله وصحبه وسلم تسليما كثيرا، أما بعد:

جب انسان اپنے معاشرہ اور ماحول پر نظر ڈالتا ہے اور اسے اتنی ساری بدعتیں دین کے نام پر دکھائی دیتی ہیں تو اس کے ذہن میں لاشعوری طور پر ایک سوال ضرور اٹھتا ہے کہ کیا یہ چیزیں اسلام کے پہلے موجود نہیں تھیں؟۔

یہ ایک طبعی اور فطری سوال ہے جو ہر خالی الذھن کے دماغ میں جو نیا نیا اسلام کی طرف راغب ہوا ہو یا جس نے اسلام کو جاننا شروع کیا ہو ضرور آتا ہے۔

دین اسلام کی بنیاد ہی رسم ورواج اور بدعات وخرافات پر قدغن لگانا ہے، نا یہ کہ اس کو رواج دینا۔

مسلمانوں کے عام طبقہ نے ہر مہینے دن کے نام پر نا جانے کیسی کیسی عجیب رسم ورواج اور بدعتوں کو ایجاد کر رکھا ہے، اور ان پر ہی عمل کرنے کو وہ دین اسلام سمجھتے ہیں جبکہ ان رسم ورواج کی ایجاد اسلام کے خلاف ہے۔

جن مہینوں میں بدعتیں ایجاد کر لی گئی ہیں انہی مہینوں میں سے ایک مہینہ شعبان کا ہے، اس مہینہ میں مسلمانوں نے مختلف قسم کی بدعتیں ایجاد کر رکھیں جن کا ذکر ان شاء اللہ آگے آئے گا۔

ماہِ شعبان کی فضیلت اور اس میں مسلمانوں کے بیچ رائج اعمال کو پرکھنے کے لیے جب ہم قرآن کی طرف رجوع کرتے ہیں تو وہاں ایک مسلمہ قاعدہ ملتا ہے کہ ﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾ (الحشر:۷)۔

اس کی تفصیل کے لیے جب ہم سنت نبوی کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں ایسی حدیثیں ملتی ہیں جن سے اس ماہ میں روزہ رکھنے کی فضیلت ثابت ہوتی ہے، تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ان میں سے بعض احادیث کو ذکر کیا جائے، چنانچہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں: ”كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَصُومُ حَتَّى نَقُولُ لَا يُفْطِرُ، وَيُفْطِرُ حَتَّى نَقُولُ لَا يَصُومُ، وَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ اسْتَكْمَلَ شَهْراً قَطُّ إِلَّا رَمَضَانَ وَمَا رَأَيْتُهُ فِي شَهْرٍ أَكْثَرَ مِنْهُ صِيَاماً فِي شَعْبَانَ“ (متفق علیہ، یہ لفظ مسلم کے ہیں)۔ (رسول اللہ ﷺ اس کثرت سے اس مہینے میں روزہ رکھتے تھے کہ ہم کہنے لگتے تھے کہ شاید آپ روزہ رکھنا چھوڑیں گے ہی نہیں، نبی ﷺ کو کسی مہینہ کا مکمل روزہ سوائے رمضان کے روزہ کے رکھتے نہیں دیکھا، اور نہ ہی کسی مہینہ کا اتنی کثرت سے روزہ رکھتے دیکھا جتنا شعبان کے مہینہ میں روزہ رکھتے دیکھا)۔

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا: ”لَمْ أَرَكَ تَصُومُ مِنْ شَهْرٍ مِنَ الشُّهُورِ مَا تَصُومُ مِنْ شَعْبَانَ، قَالَ ذَلِكَ شَهْرٌ يَغْفُلُ النَّاسُ عَنْهُ بَيْنَ رَجَبَ وَرَمَضَانَ، وَهُوَ شَهْرٌ تُرْفَعُ فِيهِ الْأَعْمَالُ إِلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ، فَأُحِبُّ أَنْ يُرْفَعَ عَمَلِي وَأَنَا صَائِمٌ“ (سنن نسائی، صحیح)۔ (میں آپ کو مہینوں میں سے کسی مہینہ میں اتنی کثرت سے روزہ رکھتے نہیں دیکھتا جتنی کثرت سے شعبان کے مہینہ میں آپ کو روزہ رکھتے دیکھتا ہوں، تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ یہ وہ مہینہ ہے جس سے لوگ غفلت میں رہتے ہیں جو رجب اور رمضان کے بیچ میں ہے، یہ وہ مہینہ ہے جس میں سال بھر کے اعمال اللہ کی طرف اٹھائے جاتے ہیں تو مجھے یہ بات پسند ہے کہ میرے اعمال اس حالت میں اٹھائے جائیں کہ میں روزہ سے رہوں)۔

ابو سلمہ کی حدیث ہے کہتے ہیں کہ ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی ﷺ کسی مہینہ میں شعبان سے زیادہ روزہ نہیں رکھتے تھے، کیوں کہ وہ پورا شعبان روزہ رکھتے تھے۔ (متفق علیہ)

یہ اور اس طرح کی دوسری مختلف حدیثیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ نبی ﷺ اس مہینہ میں نفلی روزہ کا بہت زیادہ اہتمام کرتے تھے، جو اس مہینہ کی فضیلت کی واضح دلیل ہے۔

پندرہویں شعبان حقیقت وخرافات کے آئینے میں:

یہاں ہم پندرہ شعبان سے متعلق جو امور برصغیر کی سطح پر رائج ہیں ان کی حقیقت کی طرف خصوصی توجہ دینا چاہتے ہیں اور یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ جو کچھ ان ایام میں اہتمام کیا جاتا ہے حقیقت سے اس کا کتنا تعلق ہے، اور قرآن وحدیث کے ارشادات اس سلسلہ میں کیا ہیں، تو آئیے سب سے پہلے ان احادیث کو جانچتے ہیں جن کی بنیاد پر اس رات کو فضیلت والی رات سمجھا، کہا اور اعتبار کیا جاتا ہے۔

ایک حدیث جو اس سلسلہ کی بہت عام ہے اور جس کو بنیاد بنا کر ہی یہ کہا جاتا ہے کہ اس رات کی کوئی نہ کوئی حقیقت ضرور ہے، وہ درج ذیل ہے:۔

حدثنا راشد بن سعيد بن راشد الرملي قال: حدثنا الوليد، عن ابن لهيعة، عن الضحاك بن أيمن، عن الضحاك بن عبدالرحمن بن عرزب، عن أبي موسى الأشعري، عن رسول الله ﷺ قال: ”إن الله ليطلع في ليلة النصف من شعبان فيغفر لجميع خلقه إلا لمشرك أو مشاحن“ (سنن ابن ماجہ:۱۳۹۰)۔

یہ حدیث مختلف الفاظ سے مختلف صحابہ کرامؓ سے اور متعدد تابعین رحمہم اللہ سے مرسلا مروی ہے۔

اس حدیث کی سند یہاں ذکر کرنے کا مقصد یہ دکھلانا ہے کہ یہی وہ روایت ہے جس کو انیسویں صدی کے بعض محققین نے متابعات اور شواہد کی بنا پر حسن کہا ہے، اور یہی وہ روایت ہے جس پر متقدمین علماء کی اکثریت نے ضعف کا حکم لگایا ہے۔

اس حدیث کی سند میں موجود متعدد قباحتیں درج ذیل ہیں:

۱۔اس کی سند میں ابن لھیعہ نامی ایک راوی ہیں جو اس سند کے اندر ضعیف ہیں، اور مدلس ہونے کے ساتھ عنعنہ سے روایت کرتے ہیں۔

۲۔اس حدیث کی سند میں ولید بن مسلم ہیں جو مدلس ہیں اور یہاں عنعنہ سے حدیث روایت کیا ہے جو کہ حدیث کے نا قابل قبول ہونے کی دلیل ہے۔

۳۔اس حدیث کی سند میں ایک راوی ''ضحاک بن ایمن'' ہے، جو مجھول الحال ہے، حافظ ابن حجر نے فرمایا: ''قرأت بخط الذهبي لا يدري من هو'' (تہذیب التہذیب: ۴۴۳/۴، میزان الاعتدال، از ذھبی: ۳۲۲/۲)، یعنی کہ ذھبی کے ہاتھ کا لکھا ہوا پایا کہ میں نہیں جانتا کہ وہ کون ہے۔

۴۔اس حدیث کی سند میں ایک راوی ضحاک بن عبدالرحمٰن بن عرزب بھی ہیں، امام ابو حاتم کے بقول ان کا سماع ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے مباشرتا ثابت نہیں، بلکہ واسطہ سے ہے۔ (الجرح والتعدیل: ۴۵۹/۴)

اس حدیث کی جو متعدد سندیں ہیں ان سب کا یہی حال ہے بلکہ اس سے بھی خراب ہے، تو کیسے وہ ساری سندیں متابعت اور شواہد بننے کے قابل سکتی ہیں؟۔

چند حدیثوں کو بطور شواہد ذکر کیا جا رہا ہے:

۱۔حدثنا حسن، حدثنا ابن لهيعة، حدثنا حيي بن عبدالله، عن أبي عبدالرحمن الحبلي، عن عبدالله بن عمرو، أن رسول الله ﷺ قال: ”يطلع الله عزوجل إلى خلقه ليلة النصف من شعبان فيغفر لعباده إلا لاثنين: مشاحن، وقاتل نفس'' (مسند احمد: ۲۱۶/۱۱-۲۱۷، حدیث: ۶۶۴۲)۔

یہ حدیث ان حدیثوں میں سے ایک ہے جن کو بطور شاھد پیش کیا جاتا ہے، ہم اس حدیث کی سند پر بحث کرنے سے پہلے آپ کو اس بات سے آگاہ کر دیں کہ ان دونوں حدیثوں میں لفظی اضطراب ہے وہ اس طور سے کہ ابن ماجہ والی سند میں ''مشاحن ومشرک'' کا لفظ ہے اور اس حدیث میں ''مشاحن'' اور ''قاتل نفس'' کا لفظ ہے۔

۱۔اس کی سند میں بھی ابن لھیعہ راوی ہیں یہاں ان کی تحدیث سے دھوکہ نہیں کھانا چاہئے کیوں کہ یہاں بھی ان کی حیثیت ایک ضعیف راوی کی ہے۔اور دوسری بات کہ ان کے جو استاد ہیں وہ بھی ان کی وجہ سے ضعیف ہو جاتے ہیں۔

۲۔اس کی سند میں ایک راوی حیی بن عبداللہ پر محدثین نے ضعف کا حکم لگایا ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس کی حدیثیں منکر ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس میں نظر ہے، امام نسائی کہتے ہیں یہ قوی نہیں ہیں، امام بن عدی کہتے ہیں کہ اگر ان سے روایت کرنے والا راوی ثقہ ہو تو اس کی روایت ذکر کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

صرف ایک یحیی بن معین ہیں جنہوں نے اس کے سلسلہ میں کہا ہے کہ ''ليس به بأس'' (تہذیب الکمال از: مزی: ۴۸۹/۸)۔

اب یہ بات واضح ہوگئی کہ یہ حدیث خود ہی ضعیف ہے تو گویا اس حدیث میں یہ قوت نہیں کہ خود ثابت رہ سکے اس کے لئے بھی لازم ہے کہ کوئی دوسری حدیث اس کو تقویت پہنچائے تو جب یہ خود تقویت کی محتاج ہے تو دوسرے کو کیسے تقویت پہنچا سکتی ہے، لہذا یہ حدیث اس درجہ کی نہیں کہ اس کو بطور شاھد پیش کیا جا سکے۔

اگر بفرض محال ہم اس بات کو تسلیم کر بھی لیں کہ یہ حدیث تقویت پہنچا سکتی ہے تو یہاں وہ بات لازم آئے گی جو ہم نے پہلے ذکر کیا یعنی اضطراب والی بات، اللہ اعلم۔

۲۔حدثنا محمد بن أبي زرعة، نا هشام بن خالد، نا أبو خليد عتبة بن حماد، عن الأوزاعي، وابن ثوبان، عن أبيه، عن مكحول، عن مالك بن يخامر، عن معاذ بن جبل قال: قال رسول الله ﷺ: ”يطلع الله على خلقه في ليلة النصف من شعبان، فيغفر لجميع خلقه، إلا لمشرك أو مشاحن'' (صحیح ابن حبان: ۴۸۱/۱۲، حدیث: ۵۶۶۵، المعجم الکبیر از طبرانی: ۱۰۸/۲۰، حدیث: ۲۱۵، المعجم الأوسط از طبرانی: ۳۶/۷، حدیث: ۶۷۷۶، النزول از دارقطنی: ص: ۱۵۸، حدیث: ۷۷، السنۃ از ابن ابی عاصم: ۲۲۴/۱، حدیث: ۵۱۲، حلیۃ الأولیاء از ابو نعیم: ۱۹۱/۵، شعب الإیمان از بیہقی: ۳۶۰/۵، حدیث: ۳۵۵۲، قال الإمام الطبرانی: ''لم يرو هذا الحديث عن الأوزاعي، وابن ثوبان إلا أبو خليد عتبة بن حماد، تفرد به عن الأوزاعي: هشام بن خالد'')۔

امام بن ابی حاتم اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں:

''قال أبي: هذا حديث منكر بهذا الإسناد، لم يرو بهذا الإسناد غير أبي خليد، ولا أدري من أين جاء به'' (علل الحدیث از ابن ابی حاتم: ۳۲۳/۵)۔

میرے والد ابو حاتم اس حدیث کے سلسلہ میں فرماتے ہیں: یہ حدیث اس سند سے منکر ہے، اس سند سے ابو خلید کے علاوہ کسی نے روایت نہیں کی ہے، معلوم نہیں وہ کہاں سے اسے لے آئے ہیں۔

امام دارقطنی اس حدیث کے سلسلہ میں فرماتے ہیں: ''يروى عن مكحول، واختلف عنه؛ فرواه أبو خليد عتبة بن حماد القارئ، عن الأوزاعي، عن مكحول، وعن ثوبان، عن أبيه، عن مكحول، عن مالك بن يخامر، عن معاذ ابن جبل؛ قال ذلك هشام بن خالد، عن أبي خليد؛ حدثنا ابن أبي داود قال: ثنا هشام بن خالد، بذلك، وخالفه سليمان بن أحمد الواسطي؛ فرواه عن أبي خليد، عن ابن ثوبان، عن أبيه، عن خالد بن معدان، عن كثير بن مرة، عن معاذ بن جبل؛ كلاهما غير محفوظ. وقد روي عن مكحول في هذا روايات، وقال هشام بن الغاز: عن مكحول، عن عائشة، وقيل: عن الأحوص بن حكيم، عن مكحول، عن أبي ثعلبة، وقيل: عن الأحوص، عن حبيب بن صهيب، عن أبي ثعلبة، وقيل: عن مكحول، عن أبي إدريس، مرسلا. وقال الحجاج بن أرطاة: عن مكحول، عن كثير بن مرة، مرسلا؛

أن النبي ﷺ قال. وقيل: عن مكحول من قوله . والحديث غير ثابت "(العلل از دارقطنی :۶/۵۰، حدیث:۹۷۰)۔

جتنے بھی طرق سے یہ حدیث وارد ہوئی ہے ان میں سے ایک بھی لائق حجت نہیں اور نہ ہی ان میں سے کسی میں دوسری سند کو تقویت پہنچانے کی صلاحیت ہے، لہذا یہ حدیث غیر قابل قبول ہوئی۔

امام ابن الجوزی اس کی سند ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں: "هذا حديث لا يصح "(العلل المتناهية :۲/۶۸، حدیث:۹۱۸)۔

قال ابن عدی: "أحاديث سليمان بن أبي كريمة مناكير "۔یعنی یہ حدیث صحیح نہیں، امام ابن عدی اس کے ایک راوی سلیمان ابو کریمہ کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس کی حدیثیں منکر ہیں۔

یہاں علم حدیث کا ایک مشہور قاعدہ ذکر کرنا مناسب ہوگا جسے علامہ ابن باز رحمہ اللہ نے بڑے بہترین انداز میں ذکر کیا ہے، ان احادیث کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"أنه ورد في فضلها أحاديث ضعيفة لا يجوز الاعتماد عليها، وقد حاول بعض المتأخرين أن يصححها لكثرة طرقها ولم يحصل على طائل، فإن الأحاديث الضعيفة إذا قدر أن ينجبر بعضها ببعض فإن أعلى مراتبها أن تصل إلى درجة الحسن لغيره، ولا يمكن أن تصل إلى درجة الصحيح كما هو معلوم من قواعد مصطلح الحديث "(مجموع فتاوی ورسائل ابن عثیمین :۲۰/۲۸)۔

یعنی اس سلسلہ میں وارد حدیثیں ایسی ضعیف ہیں کہ جن پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا، اور متأخرین میں سے بعض علماء نے اس کے طرق کو جمع کرکے اس حدیث کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کی ہے لیکن یہ کوشش کوئی حیثیت نہیں رکھتی، کیوں کہ ضعیف احادیث اگر اپنے شواہد ومتابعات کی وجہ سے تقویت پاتی ہے تو وہ صرف حسن لغیرہ کے درجہ کو پہنچے گی صحیح کے درجہ کو پہنچ ہی نہیں سکتی جیسا کہ مصطلح الحدیث کے قواعد سے ظاہر ہے۔

امام ابن وضاح کہتے ہیں: "حدثني محمد بن وضاح قال: نا هارون بن سعيد قال: نا ابن وهب، قال: نا عبدالرحمن بن زيد بن أسلم، قال: لم أدرك أحدا من مشايخنا ولا فقهائنا يلتفتون إلى ليلة النصف من شعبان، ولم ندرك أحدا منهم يذكر حديث مكحول، ولا يرى لها فضلا على ما سواها من الليالي" . قال ابن أبي زيد: والفقهاء لم يكونوا يصنعون ذلك "(البدع از ابن وضاح :ص:۱۲۰)۔

(عبدالرحمن بن زید بن اسلم نے فرمایا کہ: "ہم نے اپنے مشائخ اور فقہاء میں سے کسی کو نہیں پایا جو پندرہویں شعبان کی رات کی طرف کوئی توجہ دیتے رہے ہوں، اور نہ ہی ہم نے کسی کو مکحول کی یہ روایت ذکر کرتے پایا ہے، اور نہ کوئی اس رات کو کسی دوسری رات پر کوئی فضیلت دیتا تھا۔ ابن ابوزید کہتے ہیں کہ فقہاء بھی یہ نہیں کرتے تھے۔

اس قول کو امام طرطوشی نے اپنی کتاب "الحوادث والبدع" میں بھی ذکر کیا ہے۔

امام ابن العطار فرماتے ہیں: "حديث ليلة نصف شعبان ضعيف باتفاق الحفاظ "(الاعتقاد الخالص :ص:۲۰۶)۔(پندرہویں شعبان سے متعلق حدیث متفقہ طور پر ضعیف ہے)

امام ابن رجب فرماتے ہیں: "وقد قيل أنه بلغهم في ذلك آثار إسرائيلية فلما اشتهر ذلك عنهم في البلدان اختلف الناس في ذلك فمنهم من قبله منهم ووافقهم على تعظيمها، ومنهم طائفة من عباد أهل البصرة وغيرهم، وأنكر ذلك أكثر علماء الحجاز منهم عطاء وابن أبي مليكة ونقله عبدالرحمن بن زيد بن أسلم عن فقهاء أهل المدينة، وهو قول أصحاب مالك وغيرهم، وقالوا: ذلك كله بدعة "(لطائف المعارف:(ص:۱۳۷)،قال الشيخ الشريف حاتم العوني؛ عضو هيئة التدريس بجامعة أم القرى: "قول ابن رجب من أن مرجع تعظيم هذه الليلة إلى الإسرائيليات فقد وجدت ما يشهد له، من أن مكحولا الشامي (وهو مرجع أكثر طرق الحديث كما سبق) قد روي هذا الحديث عنه في بعض الوجوه عن كعب الأحبار!! كما تراه في كتاب "النزول" للدارقطني: (ص: ۱۶۱)، رقم: ۸۱، وانظر: ((لطائف المعارف)) لابن رجب أيضا: (ص: ۱۳۸)، قلت: وقد وجدت بنفسي في تحقيق هذا الحديث أن مدار هذه الروايات أغلبها على مكحول فيروي أحيانا مرسلا، وأحيانا عن كعب الأحبار، أحيانا من فلان من أصحاب النبي ﷺ أحيانا من آخر ، الخ)۔

یعنی پندرہویں شعبان کی رات کی حدیثوں کا دارومدار اسرائیلی روایات پر ہے جو کہ مکحول نے بیان کردیا ہے۔

حجاز کے اکثر علماء اس طرح کی تمام حدیثوں کو ضعیف کہتے ہیں اور امام مالک کے شاگردوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ تمام چیزیں بدعت ہیں۔

علماء کرام کے ان تمام اقوال کو ذکر کرنے کے بعد یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ جن حدیثوں کو بنیاد بنا کر ابن ماجہ والی حدیث کی تحسین کی جاتی ہے ان میں سے ایک بھی اس لائق نہیں جو اس حدیث کو تقویت پہنچا سکے، لہذا یہ بات واضح ہوگئی کہ پندرہویں شعبان کی رات کی کوئی حقیقت نہیں ہے، اس میں کسی طرح کی کوئی خاص عبادت کرنا یا اس رات کو دوسری راتوں پر خصوصیت دینا اسلاف کے منہج میں سے نہیں ہے۔

اس طرح کے اقوال وآراء کے غیر صحیح ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ نہ تو اس کا اہتمام نبی کریم ﷺ نے کیا ہے اور نہ ہی آپ کے بعد آپ ﷺ کے اصحاب نے، اگر اس کی کوئی بھی حقیقت ہوتی تو وہ لوگ سب سے پہلے اس کا اہتمام کرتے۔

اس حدیث کی سند اور الفاظ دونوں میں بہت اضطراب جس کے ضعیف اور ناقابل اعتماد ہونے کے لئے کافی ہے۔

ایک اور طریقہ سے اس کا بدعت اور غیر صحیح ہونا ثابت ہوتا ہے کہ جب اس رات کی اتنی بڑی فضیلت تھی تو آپ نے اس کا اہتمام کیوں نہیں کیا اور کیوں آپ نے

اپنے صحابہ کرام کو اس کا اہتمام کرنے کا حکم نہیں دیا جب کہ آپ ﷺ ہر چھوٹی بڑی نیکی پر ابھارنے میں بے حد حریص تھے، یہاں پر ہم اس قاعدہ کو ذکر کرتے ہیں جو ہر اس چیز کے غیر مشروع اور بدعت ہونے کے لیے دال ہے جو نبی ﷺ کے زمانہ میں بطور دین کے نہیں کیا گیا اور نہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ میں اس کا کوئی وجود تھا، چنانچہ علماء اصول کا مسلمہ قاعدہ ہے: ''ما تركه ﷺ من جنس العبادات، مع أنه لو كان مشروعا لفعله أو أذن فيه ولفعله الخلفاء بعده الصحابة ، فيجب القطع بأن فعله بدعة وضلالة '' (اس قاعدہ کو امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب: ''القواعد النورانیۃ'' کے (ص:۱۵۸) پر ذکر کیا ہے)۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ پندرہویں شعبان کی رات کی کوئی خصوصیت نہیں ہے اور جو حدیثیں ہیں وہ سب کی سب اس درجہ ضعیف ہیں کہ ان پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا، اور جن علماء نے بھی ان حدیثوں میں کسی بھی حدیث کی تصحیح یا تحسین کی ہے وہ ان کا اجتہاد ہے اور حقیقت کے خلاف ہونے کی وجہ سے وہ غیر صحیح ہیں۔

اس رات کے نام کی حقیقت:

اس رات کو برصغیر کی سطح پر عموماً شب براءت کے نام سے جانا جاتا ہے جو فارسی میں شب قدر کا ترجمہ ہے۔

کیا حقیقت میں یہی وہ رات ہے جسے شب قدر کہا گیا ہے، یعنی جس رات میں اللہ نے قرآن نازل کیا اور جس میں اللہ تعالی ہر سال، سال بھر کے امور فرشتوں کو سونپتا ہے، یا یہ بھی ہمارے معاشرے میں رائج مختلف قصوں کی طرح ایک قصہ ہے، اس بات کو معلوم کرنے کے لئے ہمیں سب سے پہلے قرآن کی آیتوں میں غور کرنا ہوگا، چنانچہ اللہ رب العالمین فرماتا ہے: ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیَ أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ﴾ (البقرة:۱۸۵)۔

رمضان المبارک وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا، جو راہ بتلاتا ہے، لوگوں کو، اور اس میں کھلی دلیلیں ہیں ہدایت کی، اور حق کو ناحق سے پہچاننے کی۔

اس آیت میں اللہ تعالی نے نزول قرآن کا مہینہ رمضان کو قرار دیا ہے، گویا اللہ نے اس سوال کا جواب دیا ہے کہ قرآن کس مہینہ میں نازل ہوا۔

اب جب یہ بات صاف ہوگئی کہ قرآن رمضان المبارک کے مہینے میں نازل ہوا ہے تو اب یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ شب قدر بھی رمضان المبارک کے مہینہ میں ہی ہوگی۔ قرآن میں اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ إِنَّا كُنَّا مُنذِرِينَ ☆ فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ﴾ (الدخان:۳-۴)۔

(ہم نے اسے ایک مبارک رات میں اتارا ہے، اور ہم لوگوں کو (اپنے عذاب سے) متنبہ کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ اسی رات میں ہر معاملہ کا حکیمانہ فیصلہ صادر کیا جاتا ہے)۔

ایک آخری سوال یہ ہے کہ آخر رمضان المبارک کے مہینہ کی وہ کون سی رات ہے جو مبارک ہے جس میں قرآن نازل ہوا؟ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ☆ وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ☆ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ﴾ (القدر:۱-۳)۔

(بیشک ہم نے اسے قدر والی رات میں نازل کیا ہے، تم کیا جانو کہ قدر والی رات کیا ہے، قدر والی رات ہزار مہینوں کی راتوں سے بہتر ہے)۔

یہ اللہ رب العالمین نے ہمیں بتلا دیا کہ وہ مبارک رات رمضان کے مہینہ میں ہے اور وہ قدر والی رات ہے اسی رات کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تحروا ليلة القدر في الوتر، من العشر الأواخر من رمضان'' (متفق علیہ) (شب قدر کو رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں ڈھونڈو)۔

اس رات میں پڑھی جانے والی ہزاری نماز کی حقیقت:

پندرہویں شعبان کی رات ایک نماز پڑھی جاتی ہے جسے ہزاری نماز کہا جاتا ہے۔

اس نماز کی حقیقت کو جاننے سے پہلے ہم یہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ نماز کیا ہے اور اس کو شریعت بنانے کا حق کون رکھتا ہے؟

اسلام کے اندر نماز ستون یعنی کھمبے کی حیثیت رکھتی ہے، اور نمازیں دو طرح کی ہیں، ایک فرض نماز اور ایک نفل نماز، نماز ایک ایسی عبادت ہے جو توقیفی ہے یعنی نماز اسی وقت اور اسی جگہ اسی مقدار اور شکل میں پڑھی جا سکتی ہے جس طرح وہ قرآن وحدیث رسول ﷺ میں وارد ہوئی ہے، چاہے وہ فرض نماز ہو یا نفل نماز ہو، اس میں اپنے اجتہاد سے رد و بدل یا کمی وزیادتی کرنا حرام اور ان امور میں دخل اندازی کرنا ہے جس کا حق صرف اللہ کو حاصل ہے۔

نماز تب ہی صحیح ہوگی جب اس کی دلیل قرآن یا سنت میں ملے اور جس کا ثبوت نبی ﷺ کی سنت سے نہیں ہے تو وہ نماز صحیح نہیں ہوگی۔

ہزاری نماز:

ہماری پوری شریعت بہترین اغراض ومقاصد کے ساتھ انسانی حقوق اور طاقت کی رعایت کرتے ہوئے وضع کی گئی ہے، اس میں کوئی ایسے کام کی طرف اشارہ بھی نہیں جس سے دین کا اور شریعت کا مذاق بنے، اور یہ یا اس طرح کی نمازیں جیسے لکھی نماز یا قضاء عمری وغیرہ یہ ساری چیزیں ہمارے دین کو ایک مضحکہ اور تمسخر ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں۔ کوئی بھی عاقل انسان ان چیزوں کو کسی بھی حالت میں بطور دین کے تو ہرگز قبول نہیں کر سکتا۔

ذرا ہم اپنی فرض نمازوں پر غور کریں اور دیکھیں کہ کیسی سیدھی سادھی آسان شکل وصورت بالکل گنی چنی تعداد پر مشتمل ہے، پھر فرض نمازوں کے ساتھ کی سنتیں پورے دن میں زیادہ سے زیادہ دس یا بارہ ہیں، رات کی نماز پوری رات میں سنت کے مطابق صرف (۱۱) رکعتیں، تو یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالی کسی ایسی چیز کا حکم دے جو ہماری طاقت کے باہر ہو، اور پھر نہ اس پر نبی ﷺ نے عمل کیا نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نہ تابعین عظام نے، نہ تبع تابعین نے، نہ امام بخاری، نہ مسلم، نہ ترمذی، نہ ابوداود، نہ ابن ماجہ، رحمہم اللہ نے عمل کیا۔

چنانچہ وہ روایتیں جن میں اس نماز کی شکل وصورت اور تعداد وثواب مروی ہے ان کو ذکر کرنے کے بعد امام ابن الجوزی رحمہ اللہ اپنی مایہ ناز کتاب ''الموضوعات'' میں

ارشادفرماتے ہیں:''هذا حديث لا نشك أنه موضوع، وجمهور رواته في الطرق الثلاثة مجاهيل وفيه ضعفاء بمرة، والحديث محال قطعا''(الموضوعات از ابن الجوزی:۱/۱۲۷)۔(اس حدیث کے موضوع ہونے میں کوئی شک نہیں، اوراس کے تینوں طرق کے تمام رواۃ مجہول اور حد درجہ ضعیف ہیں، اس روایت کا حدیث ہونا یقیناً محال ہے)۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اس نماز کے بدعت ہونے کا فیصلہ سنانے کے بعد فرماتے ہیں:''فإن الحديث الوارد في الصلاة الألفية موضوع باتفاق أهل الحديث''(مجموع فتاوی:۲۳/۱۳۳-۱۳۴)۔(اس ہزاری نماز کے سلسلہ میں وارد حدیث کے موضوع ہونے پر علماء حدیث کا اتفاق ہے)۔

اور امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:''والعجب ممن شم رائحة العلم بالسنن أن يغتر بمثل هذا الهذيان ويصليها''(المنار المنیف:ص:۹۹)۔(تعجب ہے ان لوگوں پر جنہوں نے حدیث کے علم کی خوشبو کو سونگھا پر وہ اس طرح کی مضحکہ خیز باتوں سے دھوکہ کھا کر ایسی نمازیں پڑھتے ہیں)۔

یہ بدعت کب اور کہاں ایجاد ہوئی؟

ہزاری نماز کی بدعت پانچویں صدی کے نصف اول کے اخیر میں ایک نابلسی شخص کے ذریعہ اس وقت ایجاد ہوئی جب وہ ۴۴۸ھ میں نابلس سے بیت المقدس آیا۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ:''وهذه الصلاة وضعت في الإسلام بعد الأربع مائة، ونشأت ببيت المقدس''(ایضا)۔(یہ نماز اسلام کے نام پر ۴۰۰ سنہ ہجری کے بعد ایجاد کی گئی، اوراس کو بیت المقدس سے ترویج ملی)۔

ان دونوں عالموں کے قول اور دیگر علماء کے اقوال سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ اس نماز کی شرعی کوئی حیثیت نہیں ہے بلکہ اس نماز کا اسلام اور مسلمانوں سے کوئی واسطہ ہی نہیں ہے، بلکہ متفقہ طور سے یہ بدعت ہے اور ایک غیر شرعی امر ہے۔

اسی طرح اس رات سے متعلق لوگوں کا یہ گمان اور عقیدہ ہے کہ اس رات میں ان فوت شدگان کی روحیں گھروں میں آتی ہیں، اسی غرض سے گھروں کو مزین و چراغاں کیا جاتا ہے، خوشبو لگائی جاتی ہے، پھر آتش بازیاں کی جاتی ہیں تاکہ مردوں کی جو روحیں گھر میں آگئی تھیں وہ واپس چلی جائیں اس کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں اور اس میں مال و دولت اور وقت کی بربادی ہے۔

آتش بازی اور چراغاں کا وجود کب اور کیسے ہوا؟

ساتویں صدی ہجری کے معروف عالم علامہ ابو شامہ رحمہ اللہ اپنی مایہ ناز کتاب ''الباعث علی انکار البدع والحوادث''(ص:۳۶) میں ارشاد فرماتے ہیں:

''ومما أحدثه المبتدعون وخرجوا به عما رسمه المتشرعون وجروا فيه على سنن المجوس واتخذوا دينهم لهوا ولعبا الوقيد ليلة النصف من شعبان ولم يصح فيها شيء عن رسول الله ﷺ ولا نطق بالصلاة فيها والإيقاد وصدق من الرواة وما أحدثه المتلاعب بالشريعة المحمدية راغب في دين المجوسية لأن النار معبودهم''۔

(اہل بدعت نے جو بدعتیں ایجاد کی ہیں، اور دینِ خالص میں جو اضافے کئے ہیں، اور جن امور میں وہ آتش پرست مجوسیوں کی روش پر چل نکلے ہیں، اور اپنے دین کو لہو و لعب بنا دیا ہے، ان امور میں سے ایک نصف شعبان کی رات یعنی ''شب برأت'' میں چراغاں کرنا بھی ہے، حالانکہ نبی ﷺ سے اس رات میں کوئی عمل صحیح و ثابت نہیں، اور نہ ہی آپ ﷺ سے اس رات میں کسی خاص نماز کا پتہ چلتا ہے، اور نہ ہی چراغاں کے بارے میں کوئی حدیث ہے اور اس فعل چراغاں کو شریعت اسلامیہ سے کھلواڑ کرنے کے لئے مجوسیوں یا مجوسیت (آگ کے پجاری) سے متأثر لوگوں نے ایجاد کیا ہے، کیوں کہ مجوسی آگ کے پجاری ہوتے ہیں اور وہ مسلمانوں کے اندر اپنی دسیسہ کاری کے ذریعہ اس آگ پرستی کو داخل کرنا چاہتے ہیں)۔

آپ ﷺ کا معمول تھا کہ آپ اکثر قبرستان جاتے تھے، اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی آپ برابر قبرستان کی زیارت کا حکم دیتے تھے، جیسے کہ ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ''زوروا القبور؛ فإنها تذكركم الآخرة''(ابن ماجہ:۱۷۸، صحیح)، (قبرستان کی زیارت کیا کرو، کیوں کہ یہ تم کو آخرت کی یاد دلاتی ہے)۔

یہاں چند باتیں لائق ملاحظہ ہیں: پہلی بات کہ نبی ﷺ قبرستان اکثر جایا کرتے تھے اس رات کی کوئی خصوصیت نہیں ہے، دوسری بات آپ ﷺ قبرستان اکیلے گئے تھے کسی کو ساتھ لے کر نہیں گئے تھے، تیسری بات نبی علیہ السلام نے قبر کی زیارت کی، زیارت کا مقصد آخرت کی یاد اور اللہ رب العالمین سے مسلمانوں کے لئے مغفرت کی دعا کرنا تھا، چوتھی چیز نبی ﷺ نے قبرستان کی زیارت کا عام حکم دیا ہے اور اس کا مقصد یہ بتلایا ہے کہ یہ آخرت کی یاد دلاتا ہے۔

آج کے مسلمانوں کی بناوٹی زیارت میں یہ تمام چیزیں غیر موجود ہیں اور اس میں چند چیزیں تو ایسی ہیں کہ اسلام کے تشریعی مقاصد کے ہی خلاف ہیں، جیسے قبروں کو پختہ کروانا، چونا کاری وغیرہ کرنا، ان کو چراغاں کرنا خوشبو وغیرہ کا وہاں اہتمام کرنا۔ اسی طرح آج کی زیارت سے زیارت قبر کا مقصد ہی فوت ہے۔

پندرہویں شعبان کا روزہ:

جس طرح لوگوں نے پندرہویں شعبان کی رات کے ساتھ متعدد عبادتیں مخصوص کر لی ہیں، ویسے ہی دن کے ساتھ بھی کچھ ایسی چیزوں کا عبادت کے نام پر اضافہ کر لیا ہے۔

مثلا: پندرہویں شعبان کو روزہ رکھنا، عمدہ ترین کپڑے پہننا، کثرت سے عبادت وغیرہ کرنا جو دوسرے عام دنوں میں نہیں کی جاتی ہیں۔

پندرہویں شعبان کا روزہ اور خصوصا اسی رات میں قیام اللیل کرنا کسی بھی صحیح

حدیث سے ثابت نہیں ہے، بلکہ اس سلسلہ کی وارد حدیث سنداً موضوع ہے۔

اس سلسلہ میں جو حدیث پیش کی جاتی ہے وہ درج ذیل ہے:

حدثنا الحسن بن علي الخلال قال حدثنا عبدالرزاق قال أنبأنا ابن أبي سبرة عن إبراهيم بن محمد عن معاوية بن عبدالله بن جعفر عن أبيه عن علي بن أبي طالب قال: قال رسول الله ﷺ: ''إذا كانت ليلة النصف من شعبان، فقوموا ليلها، وصوموا نهارها، فإن الله ينزل فيها لغروب الشمس إلى سماء الدنيا، فيقول ألا من مستغفر لي فأغفر له؟ ألا مسترزق فأرزقه؟ ألا مبتلى فأعافيه؟ ألا كذا ألا كذا؟ حتى يطلع الفجر ''(سنن ابن ماجہ:۱۳۸۸، موضوع)۔

(علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب پندرہویں شعبان ہو تو رات میں قیام کرو اور دن میں روزہ رکھو، کیوں کہ اس روز اللہ رب العالمین غروب شمس کے وقت آسمانِ دنیا پر نازل ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ کیا کوئی اپنے گناہوں سے مغفرت طلب کرنے والا ہے کہ میں اسے معاف کردوں، کیا کوئی روزی کا طالب ہے کہ میں اسے بے نیاز کردوں، کیا کوئی کسی مصیبت سے چھٹکارا چاہنے والا ہے کہ میں اسے عافیت عطا کردوں، کیا کوئی ایسا اور ایسا کرنے والا ہے، اور برابر اللہ رب العالمین یہ اعلان کرتا رہتا ہے یہاں تک صبح طلوع ہوجاتی ہے)۔

اس سند کے اندر متعدد وجوہات ضعف موجود ہیں، پہلی وجہ جو سب سے اہم ہے وہ یہ کہ اس سند میں ایک راوی ابن ابی سبرہ ہے جو محدثین کی نظر میں نہایت ضعیف اور حدیثوں کا گڑھنے والا ہے۔

اس سند میں تمام وجوہات موجود ہیں جن کی بنیاد پر اس حدیث کی تضعیف ہوتی ہے، ایسے ہی اس کا متن بھی متفق علیہ حدیث کے مخالف ہے، اس حدیث سے لگتا ہے کہ اللہ تعالی آسمان دنیا پر غروب شمس کے بعد سے نازل ہوتا ہے اور فجر تک باقی رہتا ہے، اور صحیح بخاری وصحیح مسلم کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ رب العالمین ہر رات آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے جب رات کا ایک تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے۔

مصطلح حدیث کا یہ قاعدہ ہے کہ جب بخاری مسلم کی حدیث سے کسی دیگر کتب حدیث کی حدیث متعارض ہوتی ہے تو وہاں بخاری مسلم کی حدیث کو ہی قبول کیا جائے گا۔

اس سلسلہ کی دوسری حدیث یہ ہے: ''عن علي بن أبي طالب رضي الله عنه قال: رأيت رسول الله ﷺ ليلة النصف من شعبان قام فصلى أربع عشرة ركعة، ثم جلس بعد الفراغ فقرأ بأم القرآن أربع عشرة مرة، وقل هو الله أحد أربع عشرة مرة، وقل أعوذ برب الفلق أربع عشرة مرة، وآية الكرسي مرة، ولقد جاء كم رسول الآية، فلما فرغ من صلاته سألت عما رأيت من صنيعه، فقال: من صنع مثل الذي رأيت له كان له كعشرين حجة مبرورة وكصيام عشرين سنة مقبولة، فإن أصبح في ذلك اليوم صائما كان كصيام ستين سنة ماضية وسنة مستقبلة''(الموضوعات از ابن الجوزی:۱۳۰/۲)۔

یعنی اس دن کا روزہ گزشتہ ساٹھ سالوں کے اور آئندہ ایک سال کے روزہ کے برابر ہے۔

امام ابن الجوزی اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ''وهذا موضوع أيضا، وإسناده مظلم، وكان واضعه يكتب من الأسماء ما وقع له، ويذكر قوما ما يعرفون، وفي الإسناد محمد بن مهاجر قال ابن حنبل: يضع الحديث''۔

(یہ بھی موضوع ہے، اور اس کی سند نہایت ہی غیر واضح ہے، اس کا گڑھنے والا ایسا تھا کہ جس انسان کا نام اس کے ذہن میں آتا لکھ دیتا، حتی کہ ان لوگوں کا نام بھی لکھ دیتا جس کو کوئی نہیں جانتا تھا، اور اس کی سند میں محمد بن مہاجر ہے جسے ابن حنبل نے وضاع قرار دیا ہے)۔

پندرہویں شعبان اور حلوے مانڈے

اس میں ایک عمل یہ بھی کیا جاتا ہے کہ مختلف قسم کے حلوے مانڈے بنائے جاتے ہیں اور یہ اعتقاد رکھا جاتا ہے کہ اسی دن نبی ﷺ کے چچا حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی تھی، اور نبی ﷺ کا دندانِ مبارک شہید ہوا تھا تو آپ ﷺ نے حلوہ تناول فرمایا تھا۔

مؤرخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ غزوۂ احد شعبان میں نہیں بلکہ شوال میں ہوا ہے، تو یہ بات بے بنیاد ہے اور رہی بات کہ نبی ﷺ نے حلوہ کھایا تھا تو یہ بات کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے۔ چنانچہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اس کی حقیقت سے پردہ اٹھاتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: ''اتخاذه موسما تصنع فيه الأطعمة وتظهر فيه الزينة هو من المواسم المحدثة التي لا أصل لها''(اقتضاء الصراط المستقیم:۱۳۸/۲)۔ (اس کو خوشی کے طور پر منانا اور مختلف قسم کے پکوان پکانا، اور زیب وزینت کا اظہار کرنا دین میں نئی بات ایجاد کرنے میں سے ہے جس کی کوئی اصل نہیں ہے)۔

اس مہینہ کی پندرہ تاریخ سے متعلق جو بھی چیزیں برصغیر کی سطح پر یا عالمی پیمانہ پر پھیلی ہوئی ہیں ان میں سے کسی کا بھی ثبوت کسی صحیح حدیث سے نہیں پایا جاتا ہے، لہذا ان کا کرنا اسلام کی خلاف ورزی اور اللہ رب العالمین اور رسول اللہ ﷺ پر تہمت ہے۔

ہم اللہ رب العالمین سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تو ہمیں اپنی رضا کے کاموں کی توفیق عطا فرما اور ہر قسم کی بدعات وخرافات اور رسم ورواج سے محفوظ رکھ، آمین۔

☆☆☆

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

الحاج محمد ابراہیم عبدالحکیم رحمہ اللہ

(سابق ناظم جامعہ عالیہ عربیہ مئو)

مولانا اسعد اعظمی، بنارس

کورونا وائرس اور لاک ڈاؤن کے ایام میں بہت ساری نامور علمی، ادبی اور سماجی شخصیتیں اس عالم فانی کو خیر باد کہہ گئیں جن میں ایک علم دوست شخصیت الحاج محمد ابراہیم عبدالحکیم، سابق ناظم جامعہ عالیہ عربیہ مئو کی تھی۔آپ کی وفات ۲۴/جون ۲۰۲۰ء مطابق ۲/ذی قعدہ ۱۴۴۱ھ بروز بدھ بوقت ۱۱/بجے دن ہوئی۔رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ

موصوف راقم الحروف کے بڑے والد معروف عالم دین مولانا عبدالحکیم فیضی رحمہ اللہ (م ۱۴۲۴ھ=۲۰۰۳ء) کے بڑے صاحب زادے تھے۔ پیدائش تخمیناً ۱۹۴۰-۱۹۴۱ء کی ہے، یعنی آپ نے لگ بھگ اسی برس عمر پائی۔خاندان کے دینی ماحول میں پرورش ہوئی، دینی تعلیم کا سلسلہ جاری تھا، گھر میں بھائیوں اور بہنوں میں سب سے بڑے تھے اس لیے سر پر ذمہ داریاں زیادہ تھیں بنا بریں ثانویہ سے آگے تعلیمی سلسلہ جاری نہ رہ سکا۔گھر میں ہتھ کرگھہ پر کام کرنے لگے۔بعدازاں ساڑی کا کاروبار شروع کیا اور دیکھتے دیکھتے بہت آگے بڑھ گئے۔اپنے چھوٹے بھائی عبدالرحمٰن کو ساتھ لے کر آپ نے تجارت کے میدان میں کامیابی کی منزلیں طے کیں۔

دینی اور رفاہی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔تعلیم بہت زیادہ نہیں حاصل کر سکے تھے لیکن علم دوست اور علماء نواز تھے۔غریبوں اور ضرورت مندوں کی مدد میں پیش پیش رہتے تھے۔مومنانہ فراست کے ساتھ قائدانہ صلاحیت کے مالک تھے۔ سوجھ بوجھ، دوراندیشی، معاملہ فہمی اور حکمت وتدبر جیسی صفات سے متصف تھے۔اسی لیے مختلف انتظامی امور میں آپ کی طرف رجوع کیا جاتا تھا اور مختلف ذمہ داریاں آپ کے سپرد کی جاتی تھیں۔

اسّی کی دہائی میں مولانا مختار احمد ندوی رحمہ اللہ نے ادارہ اصلاح المساجد بمبئی کے بینر تلے ملک میں مساجد کی تعمیر کا جو سلسلہ شروع کیا تھا اس میں مئو کو بھی وافر حصہ ملا، اور یکے بعد دیگرے کئی انتہائی قدیم مسجدوں کی تعمیر نو ہوئی، جن میں جامعہ مسجد فیض عام صدر چوک، جامع مسجد اہل حدیث مرزاہادی پورہ، جامع مسجد اہل حدیث ڈومن پورہ کساری، جامع مسجد اہل حدیث ڈومن پورہ پچھّم، جامع مسجد اہل حدیث ڈومن پورہ حبہ اور دیگر مساجد شامل ہیں۔ان میں سے اکثر مساجد کی تعمیر ابراہیم صاحب کی نگرانی میں ہوئی۔اس کے علاوہ دوسرے اداروں کی نگرانی میں بھی کچھ مسجدیں تعمیر ہوئیں جن کی ذمہ داری آپ کے سپرد تھی۔ یہ سارا کام آپ گھریلو اور تجارتی مصروفیات کے پہلو بہ پہلو انجام دیتے تھے۔عموماً فجر کے بعد ہی سے ان کاموں میں لگ جاتے تھے۔

جامع مسجد اہل حدیث کساری جس کے آپ مصلی تھے اور خازن بھی، اس پر آپ کی خاص توجہ ہوتی تھی۔ یہ مسجد ہمارے مکان سے بالکل متصل ہے۔تعمیر جدید سے پہلے اس میں جمعہ نہیں ہوتا تھا۔۸۲-۱۹۸۳ء میں آپ ہی کی دیکھ ریکھ میں اس کی تعمیر جدید ہوئی۔آپ کے والد مولانا عبدالحکیم صاحب فیضی رحمہ اللہ مسجد کے امام اور متولی تھے۔عملاً مسجد کی ضرورتیں ابراہیم صاحب پوری کرتے تھے۔پہلی منزل کی تعمیر کے بعد جمعہ قائم ہوا، لیکن عوامی چندہ نہیں ہوتا تھا، لوگ انفرادی طور پر مسجد کے اخراجات پورے کرتے تھے جس میں آپ کا بڑا حصہ ہوتا تھا۔ مجھے یاد آرہا ہے کہ سالہا سال تک مسجد میں جنریٹر کی بجلی کی سپلائی آپ کے گھر سے ہوتی رہی۔ان دنوں آپ مسجد سے قریب اپنے پرانے مکان میں مقیم تھے اور فی الحال جس نئے مکان میں آپ کی رہائش تھی وہ تعمیر نہیں ہوا تھا۔ بلکہ کاروبار کی بعض ضرورتوں میں استعمال ہوتا تھا۔ آپ کا جنریٹر اسی مکان میں تھا جو کہ آپ کے قدیم مکان اور مسجد سے بیسیوں مکان کے فاصلے پر ہے۔ بیچ میں کساری کا وسیع صحن بھی ہے۔طویل فاصلے پر واقع اس مکان میں موجود جنریٹر سے آپ کے قدیم مکان اور مسجد میں بجلی کی سپلائی ہوتی تھی۔ مسجد میں جنریٹر کی بجلی کے استعمال کے تعلق سے کوئی پابندی یا تحدید نہیں تھی، بلکہ جس قدر مسجد میں ضرورت ہوتی بلاتردد استعمال کی جاتی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ جن مکانات کے پاس سے ہوکر بجلی کا تار یا کیبل گزرا تھا ان میں بعض مکانات کے غیر امین مکینوں نے خفیہ طور پر اس کیبل سے فائدہ اٹھایا، جب یہ سلسلہ دراز ہو تو مجبوراً پورے نظام کو معطل کرنا پڑا۔

آپ کے والد کی وفات کے بعد مسجد کی تولیت کا بار والد محترم مولانا محمد اعظمی حفظہ اللہ کے سر پر آیا، اور ابراہیم صاحب حسب سابق خازن کے طور پر کام کرتے رہے اور حسب معمول مسجد کی ضروریات پوری ہوتی رہیں۔ دہائی بھر قبل یا اس سے بھی کچھ پہلے مسجد میں دوسری منزل کی تعمیر کی ضرورت محسوس ہوئی اور طے ہوا کہ مقامی چندے سے یہ تعمیر مکمل کی جائے گی۔ظاہر بات ہے کہ اس کے لیے طویل صرفے کی ضرورت رہی ہوگی۔ بہر حال مسجد کی دوسری منزل کی تعمیر کا کام بھی آپ کی نگرانی میں انجام پایا جس کی وجہ سے مصلیان کو کافی راحت ملی اور خواتین کے لیے بھی نماز ادا کرنے کی سہولت حاصل ہوئی۔ چنانچہ جمعہ اور تراویح وغیرہ میں عورتیں حاضر ہوتی

ہیں۔عیدین کے موقع پر بارش ہونے کی صورت میں جب مسجد میں نماز ادا کی جاتی ہے تو عورتوں کو جگہ میسر رہتی ہے۔

مسجد کی دومنزلہ تعمیر کے بعد اس کے لوازمات بڑھ گئے اور اخراجات میں کافی اضافہ ہوگیا۔ضرورت کے تحت ایک باتنخواہ موذن وملازم کی تقرری ہوئی،اب آپ کی کاروباری حالت پہلے جیسے نہیں رہ گئی تھی۔ان سب حالات کو دیکھتے ہوئے یہ طے پایا کہ مسجد میں جمعہ کے دن عمومی چندہ کیا جائے تاکہ روز افزوں مسجد کے بڑھتے اخراجات پورے کیے جاسکیں۔چندہ کا کام شروع ہوا اور خازن ہونے کے ناطے آپ کے پاس جمع ہونے لگا۔اسی سے حسب ضرورت آپ مسجد کے کاموں میں خرچ کرتے۔کچھ دنوں کے بعد کچھ شقی القلب اور بےشعور لوگوں نے حساب کتاب کے تعلق سے سوالات اٹھانا شروع کردیا۔ان میں اکثریت صرف جمعہ اور رمضان میں مسجد میں قدم رکھنے والے لوگوں کی تھی۔نوعمر اور اپنی مسجد کی تاریخ سے ناواقف لوگ تھے۔رفتہ رفتہ ایک فتنہ کھڑا ہوگیا،یہ سب دیکھ کر آپ نے سارا حساب کتاب مصلیان مسجد کے حوالے کردیا اور اس ذمہ داری سے علیحدگی اختیار کرلی۔مسجد کے تعلق سے آپ کی اور آپ کے گھرانے کی قربانیوں کو سب لوگ نہیں جانتے،جب اپنی جیب سے چار پیسہ نکال کردینے کا وقت آیا تو انہیں ہر طرف بےایمانی نظر آنے لگی۔

آپ الحمدللہ کافی صحت مند تھے۔البتہ کافی سالوں سے گھٹنوں کی تکلیف سے دوچار تھے۔مسجد میں پابندی سے باجماعت نماز میں شریک رہتے تھے،جب زیادہ مجبور ہوگئے تو چھڑی لے کر چلنے لگے اور مسجد میں کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنے لگے۔تین چار سال قبل کسی سرپھرے بائک سوار نوجوان نے مسجد کے قریب آپ کو ٹکر ماردی، آپ زمین پر گرگئے اور کافی زخم آئے،بہت دنوں تک زیر علاج رہے۔مگر اس لائق نہیں رہ گئے کہ چھڑی کے سہارے بھی چل پھر سکیں۔مسجد میں آنا جانا کلی طور پر منقطع ہوگیا جس کا آپ کو قلق رہتا اور اس کا بار بار اظہار بھی کرتے۔ان ایام میں بھی مسجد کی ضرورتوں کے بارے میں معلومات حاصل کرتے اور لوگوں کو انہیں پورا کرنے کی ترغیب دلاتے۔رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

مئو کی سب سے بڑی اہل حدیث عیدگاہ جو محلّہ ڈومن پورہ پچھم میں لب روڈ واقع ہے اس کی کمیٹی کے رکن رکین تھے۔اس کے لیے زمین کی خریداری سے لے کر احاطہ بندی اور دیگر کاموں میں پیش پیش رہتے۔ڈومن پورہ پچھم میں واقع بڑے قبرستان کی کمیٹی کے بھی ممبر تھے۔

جامعہ عالیہ عربیہ کی نظامت:- جامعہ عالیہ عربیہ مئو کا سب سے قدیم دینی ادارہ ہے جس کی تاسیس ۱۲۸۵ھ = ۱۸۶۸ء میں عمل میں آئی۔ڈیڑھ صدی سے زائد عرصے سے یہ ادارہ اپنی خدمات انجام دے رہا ہے۔اس کے مختلف شعبے اور متعدد شاخیں ہیں،لڑکیوں کا سب سے پہلا ادارہ مئو کی سرزمین پر قائم کرنے کا سہرا اس کے سر ہے۔ لڑکیوں کی دینی تعلیم کے لیے اور عصری تعلیم کے لیے الگ الگ یونٹ قائم ہے۔ لڑکیوں کے لیے بھی دینی تعلیم تا فضیلت کے علاوہ ہائی اسکول الگ ہے۔نرسری اسکول بھی اس کے ماتحت ہے۔شہر کے مختلف علاقوں میں الگ الگ عمارتوں میں بچوں کی تعلیم کا نظم ہے۔الرازی اسپتال کے نام سے ایک شفاخانہ بھی جاری ہے۔راقم کے خاندان کو یہ سعادت حاصل ہے کہ نسل در نسل اس ادارہ کی خدمت سے جڑا ہے۔ جدامجد مولانا عبدالعلی صاحب جو مظاہر العلوم سہارنپور سے فارغ تھے اور اہل حدیث کے جلیل القدر علماء میں آپ کا شمار ہوتا تھا،اس ادارہ کے ایک عرصے تک صدر مدرس رہے۔والد محترم مولانا محمد صاحب اعظمی-متعنا اللہ بحیاتہ-کئی مرحلوں میں اس ادارہ سے وابستہ ہوئے۔آخری مرحلہ میں ایک عرصہ تک خدمت کے بعد آپ کو صدر مدرس کے عہدے پر فائز کیا گیا اور ۱۹۹۳ء میں اس خدمت سے سبک دوش ہوئے۔ایک وقفے میں آپ نے نائب ناظم کی حیثیت سے بھی ادارہ میں کام کیا ہے۔سبک دوشی کے بعد کچھ دنوں تک وکیل الجامعہ کے منصب پر بھی فائز رہے۔تقریباً چوتھائی صدی تک آپ نے صحیح بخاری کا درس دیا ہے۔ابراہیم صاحب کے والد مولانا عبدالحکیم صاحب فیضی بھی اسی ادارہ میں تدریس سے وابستہ رہے،اور زندگی کے آخری مرحلے تک اس سے جڑے رہے۔

۱۹۷۳ء میں جامعہ کے اس وقت کے ناظم مولانا عبدالاحد صاحب (کارخانہ روغن احمر) نے اپنی ضعیف العمری کی وجہ سے مدرسہ کی خدمت سے معذرت کردی تو ماسٹر نثار احمد صاحب کو ناظم منتخب کیا گیا۔۱۹۹۱ء میں آپ کی وفات کے بعد محمد ابراہیم صاحب پر نظامت کے لیے نظر انتخاب پڑی۔اس سے قبل ماسٹر نثار صاحب کے عہد نظامت میں آپ نائب ناظم کے عہدے پر فائز تھے۔تقریباً دو پنچ سالہ تک آپ نظامت کے عہدے پر سرفراز رہے۔آپ نے مالی، ملی اور سماجی اثر ورسوخ کو بروئے کار لاتے ہوئے ادارہ کی بیش از بیش خدمت کی۔ان دنوں آپ کی کاروباری مصروفیات بھی دوچند تھیں،لیکن مدرسے کے لیے وقت نکالتے تھے اور تمام شعبوں کے مسائل اور ضروریات پر نظر رکھتے تھے۔اِس وقت بائی پاس روڈ پر مدرسہ اپنی جس جدید عمارت پر قائم ہے اس کی زمین کی خریداری میں آپ کی کوششوں کا خاص دخل تھا۔اس زمین پر مدرسہ کے منتقل ہونے سے مدرسہ کی سرگرمیوں اور اس کے شعبوں میں اضافہ ہوا اور خدمات کا دائرہ وسیع ہوا۔

ان کے دور نظامت میں ہم نے بارہا دیکھا کہ مدرسہ میں وارد ہونے والے مہمانوں اور علماء کو اپنے گھر لے جاکر پرتکلف کھانا کھلاتے،اللہ نے آپ کو وسعت دی تھی اور آپ دل کھول کر خرچ کرتے تھے۔گھٹنوں کی تکلیف میں مبتلا ہونے کے باوجود مدرسہ کے کاموں کے لیے اور دیگر خدمات کے لیے دور دور تک پیدل چلتے،ان کے ساتھ چلنے والے تھک جاتے مگر آپ نہیں تھکتے تھے۔

آزمائشیں:- آپ نے زندگی میں مختلف آزمائشوں اور چیلنجوں کا سامنا کیا۔ ۲۰۰۳ء کا سال آپ کے لیے اور ہماری پوری خاندان کے لیے خاص طور پر بڑا صبر آزما رہا۔اس سال شعبان کے مہینے میں ان کے چھوٹے بھائی عبدالرحمٰن کی اہلیہ وفات پا گئیں۔رمضان کا مہینہ گذرنے کے بعد یکم شوال کو یعنی عیدالفطر کے دن آپ کے بھائی حافظ محمد اسماعیل صاحب سلفی مدنی نے اس دارفانی کو خیرباد کہہ دیا۔صرف ایک عشرہ کے بعد ۱۲/شوال کو آپ کے والد مولانا عبدالحکیم صاحب فیضی ایک ماہ کی علالت کے بعد داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ان صدمات سے پورا گھرانا ہل کر رہ گیا۔دو جلیل القدر عالم اور بزرگ سے بیک وقت گھر خالی ہوجانا یقیناً شدید قلق واضطراب کا باعث تھا۔مگر اللہ کے فیصلے پر سرِتسلیم خم کرنے کے علاوہ کیا چارہ ہے۔ مجھے یاد آرہا ہے کہ ان دونوں بزرگوں کے انتقال کے بعد والد محترم نے کہا تھا کہ ہمارا گھر بالکل خالی ہوگیا۔

آزمائشوں کا سلسلہ یہیں پر نہیں تھما، ۲۰۰۸ء میں آپ کے چھوٹے سوتیلے بھائی عبیدالرحمٰن کا عین جوانی میں اچانک انتقال ہوگیا۔عبیدالرحمٰن اپنی والدہ کے ساتھ قدیم مکان میں رہتے تھے۔ان کی اچانک رحلت سے پوری خاندان کے ساتھ والدہ کو زیادہ دھچکا لگا، چند سالوں کے بعد ذہنی طور پر مختل ہوگئیں اور ہر ایک سے اپنے بچے کے بارے میں پوچھتی پھرتی تھیں۔دو سال قبل رمضان (۱۴۳۹ھ = ۲۰۱۸ء) میں انتقال کرگئیں۔اللھم ارحمھا۔

۱۹/ستمبر ۲۰۱۷ء کی شام ابراہیم بھائی اوران کے اہل خانہ پر قیامت بن کر ٹوٹی۔ ہوا یوں کہ بڑے صاحب زادے فوزان ابراہیم کو سینے میں معمولی تکلیف شروع ہوئی اور دوسرے ہی روز یہ تکلیف ان کے سفرآخرت کا سبب بن گئی۔عمر چالیس کے قریب تھی، چند بچوں کے باپ تھے،ان کے چچا حافظ محمد اسماعیل رحمہ اللہ کی صاحب زادی شریکہ حیات ہیں۔سالہا سال سے جاری صدمات میں فوزان ابراہیم کی رحلت کا صدمہ گھر کے لیے بلاشبہ جان کاہ تھا۔راضی برضائے الٰہی یہ تلخ گھونٹ بھی پی گئے اور معاملے کو اللہ کے سپرد کرکے زندگی کا سفر جاری رکھا۔

اولاد واحفاد:-مئو کے لال تیل کے کارخانوں میں سے کارخانہ دارالصحت جو قدرتی تیل کے نام سے لال تیل بناتا ہے اس کے بانی ومالک الحاج امام الدین (ڈومن پورہ پچھمؔ) کی صاحب زادی سے آپ کی شادی ہوئی۔اولاد میں دولڑکے فوزان اور فیضان اور تین لڑکیاں ہیں۔سب رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوچکے ہیں اور بال بچے والے ہیں۔اب چھوٹے صاحب زادے فیضان سلمہ پر گھر کی ذمہ داری آن پڑی ہے، انھیں اپنے بال بچوں کے ساتھ فوزان کے بچوں اور بیوہ نیز والدہ محترمہ سب کو لے کر زندگی کی گاڑی آگے بڑھانی ہے۔الحمدللہ انہوں نے والد کی زندگی میں ان کے تجارتی عمل کو سنبھال لیا تھا اور اپنے بھتیجے کو ساتھ لے کر کاروبار کو آگے بڑھانے کی کوشش میں لگے ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرمائے۔

سفر بیت اللہ:-الحمدللہ ابراہیم صاحب نے ۱۹۹۶ء میں اپنی اہلیہ کے ساتھ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کرلی تھی۔پھر اللہ کی توفیق سے ۲۰۱۶ء میں اہلیہ ہی کے ساتھ ایک بار پھر حرمین کی زیارت کا موقع ملا اور عمرہ کی سعادت سے سرفراز ہوئے۔

سفرآخرت:-ابراہیم بھائی زندگی کی تقریباً اسی بہاریں دیکھ چکے تھے۔بہت پہلے سے گھٹنوں کی تکلیف سے دوچار ضرور تھے مگر صحت اچھی تھی اور دیکھنے میں بھلے چنگے نظر آتے تھے۔بڑھاپے کے عوارض بہرحال تھے،لیکن ہمیشہ رواں دواں رہتے تھے۔آخری سالوں میں چھڑی لے کر چلنے لگے تھے،لڑکوں کے ساتھ بازار بھی آتے جاتے تھے اور کاروبار کی نگرانی کرتے تھے۔چند سال قبل جب ایک بائک سوار کی ٹکر سے زخمی ہوئے تو کچھ ہفتوں فریش رہے۔پھر واکر لے کر چلنے کے قابل ہوگئے،لیکن پاؤں کی کمزوری کافی بڑھ گئی تھی،اس لیے واکر کے سہارے صرف گھر میں ہی بمشکل چل پھر پاتے تھے۔کبھی کبھار سواری کے ذریعہ بازار کی دوکان پر بھی جاتے تھے۔ سواری کے سہارے عیدین کی نماز کے لیے صحراء میں جاتے تھے۔

موصوف راقم سے خاص انسیت رکھتے تھے اور بڑی عزت دیتے تھے۔میں بھی جب چھٹیوں میں بنارس سے مئو آتا تو اولین فرصت میں ان سے ملنے کے لیے جاتا۔ وہ شدت سے میرا انتظار کرتے۔اس مرتبہ لاک ڈاؤن کے ہفتہ عشرہ کے بعد جب میں مئو پہنچا تو احتیاطاً ہوم کورنٹین کے طور پر گھر ہی میں سارا وقت گذارتا،اور کہیں آنے جانے سے اجتناب کرتا۔آپ کو کسی طرح میری آمد کی اطلاع مل گئی، چنانچہ اپنے لڑکے فیضان سلمہ سے بار بار کہتے کہ تمہارے اسعد چچا ابھی تک ملنے نہیں آئے، پتہ نہیں کیا بات ہے۔میں نے فیضان سے بتایا کہ ابھی میں کہیں آنے جانے سے پرہیز کررہا ہوں، ان شاءاللہ دو ہفتہ گذارنے کے بعد ابو سے ملاقات کروں گا۔پھر جب ملاقات کیا تو بہت خوش ہوئے، دیر تک باتیں کیں اور برابر آتے رہنے کی ہدایت کے ساتھ رخصت کیا۔رمضان میں متعدد بار ملاقات رہی۔اواخر رمضان میں فون کرکے بلوایا، میں حاضر ہوا تو کہنے لگے کہ جامعہ سلفیہ کا چندہ اس سال نہیں جاسکا ہے، کیا کیا جائے۔میں نے کہا کہ اپنے پاس رکھیں، جب مجھے بنارس جانا ہوگا تو لے کر جاؤں گا۔ کہنے لگے ابھی لے لیجیے، میں اس کے لیے بہت فکرمند ہوں، اورانہوں نے جامعہ کے لیے کچھ رقم میرے حوالے کی۔

وفات سے تقریباً دو ہفتہ قبل خبر ملی کہ آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔پہنچنے پر معلوم ہوا کہ شوگر اور بلڈ پریشر دونوں میں غیر معمولی اضافہ ہوگیا ہے۔علاج جاری تھا، کبھی کبھی کچھ راحت ہوجاتی تھی، مگر یہ عارضہ ان کے لیے مرض الموت ثابت ہوا۔ آخر میں بخار بھی آنے جانے لگا، اور بے خبر سے رہنے لگے۔وفات سے ایک روز قبل ۲۳/جون کی صبح میں گیا تو دیکھا کہ قدرے بہتر ہیں، دیکھ کر یک گونہ اطمینان حاصل

ہوا۔لیکن کیا معلوم تھا کہ چراغ سحر کی یہ آخری لو تھی۔۲۴؍جون کی صبح ۱۰؍بجے سے طبیعت بگڑنے لگی اور تقریباً سوا گیارہ بجے اپنی جان جان آفریں کے حوالے کردی۔ اللہم اغفرلہ وارحمہ۔

اسی دن بعد نماز عصر ساڑھے پانچ بجے جنازہ کی نماز ادا کی گئی، اس وقت لاک ڈاؤن کے نام پر سختی زیادہ تھی، پھر بھی جنازے میں جم غفیر امنڈ پڑا، داماد نگر میدان میں خاکسار کی امامت میں نماز ادا کی گئی اور ڈومن پورہ پچھم میں واقع آبائی قبرستان میں اپنے والد، بھائی اور بیٹے کی لحدوں کے پہلو بہ پہلو سپرد خاک کیے گئے۔

شیخ عبدالباری فتح اللہ حفظہ اللہ کے تاثرات:

اس مضمون پر نظر پڑنے کے بعد محترم المقام شیخ عبدالباری فتح اللہ حفظہ اللہ نے راقم کے پاس اپنا آڈیو پیغام بھیجا جسے آپ کی اجازت سے اس مضمون میں شامل کیا جا رہا ہے۔موصوف فرماتے ہیں:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

شیخ اسعد صاحب! امید کہ بخیر ہوں گے۔ناظم محترم مرحوم ابراہیم صاحب سے متعلق جو آپ کی ایک لمبی تحریر آئی ہے میں نے اسے پورا پڑھ ڈالا، کیوں کہ آپ کے گھر سے ہمارا خصوصی تعلق ہے۔مولانا عبدالحکیم صاحب لے کر اب تک، اور مولانا اسماعیل صاحب تو فیض عام میں میرے استاد ہی تھے۔ابراہیم صاحب سے میں بہت متاثر تھا ان کے اخلاق، کردار، سخاوت، تدبر سب سے متاثر تھا۔میں نے بھی ان سے مسجدیں بنوائیں، کبھی بھی اسٹیمیٹ سے ایک پیسہ زیادہ طلب نہیں کیا، اور بہترین سے بہترین مسجد بنوائی۔شاید اس میں وہ مسجد جو مولانا محفوظ کے ماموں کی مسجد سے مشہور ہے، اور مسجد منیم والی اور تیسری کوئی مسجد ہے جو ابوذر بینک والے کی مسجد ہے، ان سب میں انھوں نے بہت ہی حسن وخوبی سے اپنے کام کو سرانجام دیا تھا۔میں نے آپ کے اس مضمون کو پڑھ کر اپنی آنکھوں کو پانی بہاتے ہوئے دیکھا اور دل میں بہت تکلیف ہوئی۔میں ہندوستان میں ہوتا تو ان کے جنازے میں ضرور حاضری دیتا۔آپ کے بڑے والد محترم حضرت مولانا عبدالحکیم صاحب فیضی کی بڑی خصوصیات تھیں۔میں نے ان کے اور حافظ عبدالعلی انور کے جتنا سخی وکریم کسی کو نہیں پایا، یہ دونوں حضرات جب بھی ملاقات ہوتی تو سلام کے بعد یہی پوچھتے کہ شیخ صاحب دعوت کب ہوگی، دعوت کب قبول کررہے ہیں۔حافظ عبدالعلی انور کی دعوت تو کبھی نصیب نہیں ہوسکی کیونکہ ہم مئو میں زیادہ رہتے نہیں تھے، لیکن چونکہ مدرسہ عالیہ سے خصوصی تعلق تھا اس لیے مولانا عبدالحکیم صاحب سے ہم پیچھا نہیں چھڑا پاتے تھے اور ان کی دعوت قبول کرلیتے تھے۔مولانا عبدالحکیم صاحب کے یہاں بارہا دعوت کھائی، اپنے مہمانوں کے ساتھ کھائی، اپنے ناظم صاحب کے ساتھ کھائی۔اس معاملے میں وہ قابل داد تھے۔ عام طور سے علماء اتنے سخی نہیں ہوتے لیکن آپ عجیب وغریب انسان تھے۔میں نے وہاں پر ان جیسا کسی اور کو نہیں دیکھا۔اللہ ان کی حسنات کو قبول فرمائے۔چہرہ بہت روشن تھا، ہمیشہ مسکراتے رہتے تھے۔مولانا عبدالحکیم صاحب کے وطیرے پر ہی ناظم ابراہیم صاحب بھی رہے۔دعوت اور تواضع میں وہی طبیعت ان کی بھی تھی، اپنے والد ہی کی طرح بہت ہی کریم اور سخی تھے۔جزاہ اللہ خیرا وادخلہ جنات الفردوس الاعلی۔اور استاذ عالی مقام حافظ اسماعیل صاحب نے فیض عام میں جب مجھے دیکھا کہ میں پڑھنے میں ٹھیک ٹھاک ہوں تو تنہائی میں مجھ سے کہتے کہ محنت کرو اور مدینہ پہنچ جاؤ، ان کی یہ بات میرے لیے بڑی مہمیز رہی اور وہیں سے میں نے دل میں رخت سفر باندھ لیا پھر جامعہ سلفیہ پہنچا، اس وقت وہاں مولانا عبدالوحید صاحب ناظم اعلیٰ تھے۔چار اوائل جایا کرتے تھے الحمد للہ ہم لوگوں کا بھی نمبر آیا اور بالاستحقاق مدینہ پہنچ گئے۔ جزاک اللہ خیرا یا شیخ۔اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت کرے اور آپ کے والد سے کم از کم دوبارہ ملاقات کرادے۔انتہی

اللہ تعالیٰ مرحوم کی قبر کو نور سے بھردے، اسے کشادہ کردے، اور جنت کی کھڑکیاں ان کے لیے کھول دے۔ان کی لغزشوں کو درگذر فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے، آمین۔

☆☆☆

مکتبہ ترجمان کی تازہ پیشکش

نکاح نامہ رجسٹر

☆ کتاب وسنت کی روشنی میں تیار شدہ

☆ مارکیٹ میں دستیاب تمام نکاح ناموں سے منفرد۔

☆ نکاح سے متعلق بنیادی احکام ومسائل سے آراستہ

☆ نہایت دیدہ زیب اور آرٹ پیپر پر طباعت

☆ ہر مسجد ومدرسہ کی بڑی ضرورت۔

اوراق:150 قیمت:Rs.200/-Net

گاؤں محلّہ میں صباحی ومسائی مکاتب قائم کیجیے

اور مکاتب میں تجوید وتعلیم قرآن کریم کا اہتمام کیجئے!

حضرات! قرآن کریم بنونوع انسان وجنان کے نام اللہ رب العالمین کا آخری پیغام ہے۔ جو نبی آخرالزماں حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوا، جو ہدایت کا سرچشمہ، عبرت وموعظت کا ذریعہ اور دین وشریعت اور توحید ورسالت کا اولین مرجع ومصدر ہے، جس کا حرف حرف علم وعرفان اور حکمت وموعظمت کے موتیوں سے لبریز ہے، جس کی تعلیم وتعلم اور تلاوت باعث ثواب اور جس پر عمل فوز وفلاح اور سعادت دارین کا سبب اور ضمانت ہے اور قوموں کی عزت وذلت اور عروج وزوال اسی سے مربوط ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں نے اول یوم سے اس کی تلاوت وقرأت اور اس پر عمل کا خصوصی اہتمام کیا، حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کے مکاتب ومدارس قائم کئے اور سوسائٹی میں اس کی تعلیم واتباع کو خصوصیت کے ساتھ رواج دیا۔ نتیجتاً وہ اس اہتمام بالقرآن کی برکت سے ہر میدان میں اوج کمال تک پہنچے۔ لیکن بعد کے ادوار میں یہ روشن روایت دن بدن کمزور پڑتی گئی۔ خود برصغیر میں تعلیم وتفسیر قرآن کریم تو کجا تجوید وقرأت کا عرصہ تک کما حقہ اور مضبوط انتظام نہ ہوسکا اور نہ اس پر خصوصی توجہ مبذول کی گئی۔ حالانکہ تعلیم وتعلم قرآن میں علم تاویل وتفسیر اور غور وفکر کے ساتھ ساتھ تجوید بھی مقصود تھا اور ہمارے نبی کریم محمد ﷺ نے اس کی بڑی تاکید بھی فرمائی تھی۔

مقام شکر ہے کہ چند دہائی قبل مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند سمیت مختلف جہات سے تعلیمی بیداری مہم کے نتیجے میں مدارس وجامعات اور مکاتب ومساجد میں تجوید قرآن کریم کا مبارک سلسلہ شروع ہوا تھا جس کے ملکی سطح پر بہترین ثمرات سامنے آئے۔ پورے ملک میں مکاتب بڑے پیمانے پر قائم ہوئے اور بہت سی بستیوں میں مکتب کی تعلیم کے زیر اثر بچوں کی ذہنی طور پر نشو ونما ہونے لگی۔ لیکن روز بروز بدلتے حالات کے پیش نظر عصری تعلیم گاہوں اور کنونٹس اور گاؤں میں مدارس کی وجہ سے مکاتب بہت متاثر ہوئے۔ لہٰذا مکاتب کو بڑے اور عمدہ پیمانے پر پروان چڑھانے کی ضرورت ہے تاکہ نئی نسل کو دین کی بنیادی باتوں اور قرآن کریم سے روشناس کرایا جاسکے۔

لہٰذا آپ حضرات سے دردمندانہ گزارش ہے کہ اس حوالے سے خصوصی توجہ مبذول کریں اور اپنے گاؤں اور محلوں میں صباحی ومسائی مکاتب کے قیام کو یقینی بنائیں، اگر قائم ہیں تو ان کی سرگرمی وفعالیت میں بہتری لائیں، قدیم نظام کا احیاء کریں، ان میں تجوید وتعلیم قرآن کا خصوصی اہتمام کریں تاکہ جماعت وملت کے نونہالوں کو دین واخلاق سے آراستہ کرسکیں اور انھیں دین وعقیدہ پر قائم رکھ سکیں۔

اللہ تعالی ہم سب کو ایک ہوکر دین حنیف، جماعت وجمعیت اور ملک وملت کی مخلصانہ خدمت انجام دینے کی توفیق بخشے، ہر طرح کے فتنے اور آزمائش سے محفوظ رکھے اور عالمی مہلک وبا کورونا وغیرہ سے سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین

اپیل کنندگان

اصغر علی امام مہدی سلفی

امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند ودیگر ذمہ داران

مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز

مولانا قاضی عبدالجلیل قاسمی صاحب کا انتقال

قوم وملت کا بڑا خسارہ/مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی

دہلی: ۲/مارچ ۲۰۲۱ء: شمالی مشرقی ہند کے معروف عالم دین مولانا حافظ مفتی قاضی عبدالجلیل صاحب کے انتقال پر مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی نے گہرے رنج وافسوس کا اظہار کیا ہے اوران کی موت کوقوم وملت کا خسارہ قرار دیا ہے۔

انہوں نے کہا کہ مولانا قاضی عبدالجلیل قاسمی صاحب بڑے خلیق وملنسار، متواضع عالم دین، کامیاب مدرس، بہترین مربی اور باعمل داعی تھے۔ مولانا اپنے علم واخلاق کے ساتھ ساتھ ایک اچھے خانوادے کے چشم وچراغ تھے۔ دین داری اور دینی تعلیم اورقرآن کریم سے اس خانوادے کا گہرا تعلق تھا۔ آپ کے والد گرامی اور دادا جان بھی قرآن کریم کے بہترین حافظ تھے۔

انہوں نے مزید کہا کہ ناچیز کا قاضی صاحب سے تعارف وتعلق شروع ہی سے رہا ہے۔ آپ مجھ سے یک گونہ محبت فرماتے اور تعلق خاطر رکھتے تھے۔ مجھے بچپن اور طالب علمی کی یادیں ان کے سامنے تواضع وانکساری اختیار کرنے پر مجبور کرتی مگران کو یہ گوارانہ ہوتا، بے حد اصرار فرماتے اور خاطر طبع وتواضع میں اپنی بعض بڑی ترجیحات و ضروریات پر ہمیں ترجیح دیتے۔ اللہ غریق رحمت کرے۔ قاضی صاحب سے خاندانی طور پر رشتہ وتعلقات کے علاوہ وہ والد ماجد سے اور علماء کی بہ نسبت بہت قریب تھے۔ کیوں کہ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک مدت مدید اور برسہا برس تک سرپنچ تھے اور علاقے اور مضافات کی دور دراز جگہوں تک پنچایت اور رفع نزاعات اور حل مسائل و مشکلات کے لیے یاد کیے جاتے تھے۔ خصوصا ایسے سماجی مسائل جن کا تعلق دین وشریعت سے ہوتا تھا مثلا طلاق ومیراث وغیرہ توان کے سلسلے میں ان کی ضرورت اور زیادہ محسوس کی جاتی تھی۔ ان مواقع پر قاضی صاحب کا بھی ساتھ ہوتا تھا۔ قاضی صاحب ایک رشتہ سے والد ماجد کے سالے بھی لگتے تھے اور ایک دوسرے رشتہ سے بہنوئی بھی ہوتے تھے۔ مگر بہار کی زبان میں جب بوا کہہ کر والد صاحب ان کو کبھی متوجہ کرتے تو اس میں ایک تیسرے رشتے کا اثر واضح طور پر دکھائی دیتا تھا۔ اور یہ اپنائیت ومحبت، عزیزوں پر بڑوں کی شفقت اور رحم وکرم کا احساس واظہار بہت بھلا لگتا تھا۔ اور وہ تیسرا رشتہ یہ تھا کہ ہماری خالہ اور والد ماجد کی بڑی سالی قاضی صاحب کی سگی چچی ہوا کرتی تھیں۔ چونکہ والد رحمہ اللہ انساب کے ماہر ومتبحر ہونے کے ساتھ ساتھ اس کو برتنے میں ایسے لامثال انسان واقع ہوئے تھے جس کی مثال میں نے بہر حال بہت سے صالحین وعابدین اور عالموں کے اندر بھی نہیں دیکھی۔ میں جن دنوں مسلک اہل حدیث کی طرف مائل ہو رہا تھا اور گاؤں میں نماز جمعہ پڑھنے کے سلسلے میں انتہائی احترام کے ماحول میں میرے چچا مولانا امام الدین رحمہ اللہ جو گاؤں میں سختی سے نماز جمعہ جائز نہ ہونے کے قائل وفاعل تھے سے بحث ہوتی تھی، اُن دنوں قاضی صاحب کا میرے گاؤں میں اکثر آنا جانا ہوتا تھا۔ بنگلہ میں والد صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ گھنٹوں بیٹھتے تھے لیکن مجھے کبھی کچھ نہیں کہتے اور نہ ٹوکتے تھے حالانکہ اس وقت میں اہل حدیث کے نام سے کافی مشہور ہو چکا تھا۔ میں والد ماجد اور مہمانوں کے ساتھ مجلس میں موجود رہتا تھا، میرا ذکر بھی وہابی کی حیثیت سے آتا رہتا تھا۔ لیکن قاضی صاحب نے کبھی ناگواری یا انکاری کی کیفیت پیدا نہ ہونے دی۔ بلکہ جمعہ کے مسئلہ میں میری تائید کچھ اس انداز سے فرماتے کہ ہم کو اس سے کافی حوصلہ ملتا اور کسی طرح ہمارے چچا جو رشتے میں قاضی صاحب کے بہنوئی بھی لگتے تھے ان سے بدمزگی بھی نہ ہوتی، مگران سب سے ورے آپ کا مزاج اور طبیعت اور اخلاق کا یہ تقاضا ہوتا تھا۔ بعض پنچایتوں میں حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی حدیث کی روشنی میں میں نے پُر جوش طالبعلمانہ انداز میں میراث وہدیہ کے حوالے سے مسئلہ کی وضاحت کی تو بہت خوش ہوئے اور خصم کو خاموش کیا۔ قاضی صاحب کی معاملہ فہمی اور عدم تصلب کا عالم یہ تھا کہ طلاق وخلع کے بعض الجھے مسائل جو دارالقضاء میں آتے تھے، قاضی صاحب رحمہ اللہ بلا جھجک موٹر سائیکل پر سوار ہو کر بعض لوگوں کے ساتھ مدرسہ منظور العلوم بلی رام پور اور کبھی جھمکا مفتی مولانا محمود عمری صاحب رحمہ اللہ سے ملنے چلے جاتے اور باہمی مفاہمت ومعاونت سے اقضیہ کا حل فرماتے تھے۔

پریس ریلیز کے مطابق مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی صاحب کے قائم کردہ تعلیمی وتربیتی ادارہ کلیۃ الصالحات، پٹنہ کے پروگراموں میں شرکت کے لیے اس کے منتظم مولانا عطاء اللہ انور صاحب جب بھی قاضی صاحب کو یاد کرتے آپ اس میں ضرور شریک ہوتے تھے۔

قاضی صاحب نے مختلف اوقات میں مشرقی ومغربی چمپارن میں قاضی کی حیثیت سے کام کیا پھر امارت شرعیہ پھلواری شریف میں قاضی کے منصب پر فائز ہوئے۔ آپ علماء کے بڑے قدرداں تھے اور بلاتفریق مسلک سب سے ملتے تھے۔ ان کے انتقال سے علاقے میں بڑا خلاء پیدا ہو گیا ہے۔

مولانا کچھ دنوں پہلے سخت علیل تھے۔ پھر مکمل طور پر شفایاب ہو گئے اور پھر اچانک نماز مغرب کو جاتے ہوئے انتقال فرما گئے۔ اور یوں ایک باوقار وسنجیدہ عالم اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ غفر الله له ونور مرقده ۔ آپ کے پسماندگان میں آپ کے برادران جناب جمیل احمد صاحب اور معروف خطاط مولانا کفیل احمد صاحب اور اکلوتے فرزند نسیم، دو بچیاں، متعدد پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں اور نیک وصالح اہلیہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ آمین

☆☆☆

صوبائی جمعیت اہل حدیث تلنگانہ کی سرپرستی اور شہری جمعیت اہل حدیث حیدرآباد و سکندرآباد کی نگرانی میں جامعۃ البدر العصریہ کے زیر اہتمام اہم پروگرام کا انعقاد:

مورخہ ۱۴رفروری ۲۰۲۱ء کو صوبائی جمعیت اہل حدیث تلنگانہ کی سرپرستی اور شہری جمعیت اہل حدیث حیدرآباد وسکندرآباد کی نگرانی میں جامعۃ البدر العصریہ کے زیر اہتمام اہم پروگرام کا انعقاد عمل میں آیا۔ اس مناسبت سے امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی صاحب حیدرآباد تشریف لے گئے اور شہری جمعیت اہل حدیث حیدرآباد وسکندرآباد کے زیرنگرانی چلکل گوڑا اسکندرآباد میں جامعۃ البدر العصریہ کے اہم پروگرام کی صدارت فرمائی اور آپ کے بدست جامعہ کے زیر اہتمام علماء کے لیے شروع کیے گئے آئی ٹی کورس کے شرکاء کے مابین تیس کمپیوٹرز کی تقسیم عمل میں آئی۔ اس اہم تقریب میں صوبائی جمعیت اہل حدیث تلنگانہ کے امیر ڈاکٹر سید آصف عمری صاحب اور شہری جمعیت اہل حیدرآباد وسکندرآباد کے امیر مولانا شفیق عالم خان جامعی، صوبائی جمعیت اہل حدیث تلنگانہ کے سابق امیر مولانا عبدالرحیم مکی صاحب، جامعۃ المفلحات کے صدر مولانا شریف محمد یمانی صاحب اور شہری جمعیت کے دیگر ذمہ داران نے شرکت کی۔

اگلے روز مورخہ ۱۵رفروری ۲۰۲۱ء کو امیر محترم نے مسجد لؤلؤ سعید بندلا گوڑا چندرائن گٹہ حیدرآباد کا نماز ظہر میں افتتاح فرمایا۔ جس میں مولانا شفیق عالم خان جامعی سمیت شہری جمعیت اہل حدیث حیدرآباد وسکندرآباد کے ذمہ داران واحباب نے شرکت کی۔ امیر محترم اسی روز بعد نماز مغرب شہری جمعیت اہل حدیث حیدرآباد وسکندرآباد کی مرکزی مسجد محمدیہ اہل حدیث لنگرحوض میں مولانا شفیق عالم خان جامعی صاحب کے ذریعہ جاری کردہ سلسلہ دروس کتاب التوحید میں کتاب التوحید کا درس دیا۔

اس دوران پھر امیر محترم نے جامعۃ المفلحات حیدرآباد میں نماز فجر پڑھائی اور درس قرآن کا بھی اہتمام فرمایا۔

اس دورے کی مناسبت سے صوبائی جمعیت اہل حدیث تلنگانہ وشہری جمعیت اہل حدیث حیدرآباد وسکندرآباد کے ذمہ داران سے بھی ملاقاتیں ہوئیں اور دعوتی و جماعت امور پر تبادلہ خیال ہوا۔

پھر وہاں سے امیر محترم مورخہ ۱۶رفروری ۲۰۲۱ء کو بنگلور تشریف لے گئے جہاں اہم جماعتی شخصیات سے ملاقاتیں ہوئیں اور مختلف دعوتی وتربیتی اور جماعتی مسائل پر تبادلہ خیال ہوا۔ امیر محترم نے اس موقع پر صوبائی جمعیت کے ذمہ داران سے مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے دونوں اہم تعمیراتی پروجیکٹس کی تکمیل کے سلسلے میں باتیں کیں اور ان سے گزارش کی کہ صوبے کی مساجد میں کم از کم ایک جمعہ مرکز کے تعاون کے اعلان کے لیے مختص کریں۔

آل انڈیا مسلم مجلس مشاورت کے اجلاس عاملہ میں امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی شرکت:

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی حفظہ اللہ نے مورخہ ۲۷رفروری ۲۰۲۱ء کو مشاورت بلڈنگ اوکھلا، نئی دہلی میں منعقد ہوئے آل انڈیا مسلم مجلس مشاورت کی مجلس عاملہ کے اجلاس میں شرکت کی اور ملک وملت کو درپیش مسائل پر تبادلہ خیال فرمایا۔ واضح رہے کہ امیر محترم آل انڈیا مسلم مجلس مشاورت کے نائب صدر اور اس کی سپریم گائیڈنس کونسل کے رکن ہیں۔ (ادارہ)

سپول میں ایک روزہ عظیم الشان اتباع سنت کانفرنس اختتام پذیر۔ مرکزی، صوبائی و ضلعی جمعیات کے ذمہ داران کی شرکت:

الحمد للہ ضلعی جمعیت اہل حدیث سپول بہار کے زیر اہتمام عظیم الشان اتباع سنت کانفرنس منعقدہ ۱۴ررجب ۱۴۴۲ھ مطابق ۲۷رفروری ۲۰۲۱ء بروز سنیچر نہایت تزک واحتشام کے ساتھ منعقد ہوئی۔ جس میں امیر محترم مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند فضیلۃ الشیخ اصغرعلی امام مہدی سلفی صاحب حفظہ اللہ بحیثیت صدر کانفرنس شریک ہوئے اور سیمانچل خصوصا ارریہ، سپول، کشن گنج اور پورنیہ اضلاع کے امراء و نظماء کے علاوہ صوبائی جمعیت کے ذمہ داران فضیلۃ الشیخ محمد علی المدنی حفظہ اللہ امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث بہار و نائب ناظم مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، نائب امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث بہار مولانا خورشید عالم المدنی، ناظم صوبائی جمعیت اہل حدیث بہار مولانا انعام الحق مدنی، نائب امیر مولانا محمد رضوان سلفی، ڈاکٹر محمد ابراہیم مدنی ناظم ضلعی جمعیت اہل حدیث ارریہ، مولانا محمد صالح سہیم مدنی ناظم ضلعی جمعیت اہل حدیث ارریہ، مولانا اخلاق احمد ندوی ناظم ضلعی جمعیت اہل حدیث کشن گنج، مولانا احمد حسین قاسمی امیر ضلعی جمعیت اہلحدیث کشن گنج، ڈاکٹر رفیع اللہ مسعود تیمی حفظہ اللہ، مولانا محمد یونس سلفی، ڈاکٹر امان اللہ مدنی خصوصی طور پر شریک کانفرنس رہے۔ اتباع سنت کانفرنس کے مختلف عناوین کے تحت ضروری واہم گوشوں پر تقریریں کیں۔ کانفرنس تین نشستوں پر مشتمل رہی۔ آخری اور تیسری نشست میں مولانا محمد علی مدنی اور مولانا خورشید عالم مدنی حفظہم اللہ نے خطاب عام فرمایا۔ اس کے بعد امیر محترم مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے اپنے صدارتی خطاب میں نہایت موثر و پرمغز بیان کے ذریعہ اتباع سنت کو واضح فرمایا۔ اور الحمد للہ یہ کانفرنس صبح نو بجے سے شروع ہوکر ۱۱ربجے رات کو اختتام پذیر ہوئی۔ جس میں تقریبا پانچ ہزار سے زائد سامعین موجود رہے اور علاقے میں دعوتی نوعیت کی منفرد و کامیاب کانفرنس رہی۔ اس عظیم الشان کانفرنس کو کامیاب بنانے میں علاقے کے تمام مدارس، ان کے ذمہ داران و مدرسین اور اطراف کے معززین کا بڑا ہاتھ تھا۔ مولانا محمد اکرام مفتاحی امیر ضلعی جمعیت اہل حدیث سپول اور ان کے نائبین اور مولانا داؤد اسلامی ناظم ضلعی جمعیت اہل حدیث سپول اور ان کے نائبین اور دارالعلوم سیدنا ابوعبیدۃ بن الجراح سپول کے ناظم مولانا

سیف الدین ندوی وغیرہ اس کے روح رواں رہے۔

دوسرے دن ضلعی جمعیت اہل حدیث سپول کے ذمہ داران مولانا محمد داؤد اسلامی، مولانا قمر الہدیٰ اسلامی، مولانا محمد موسیٰ عمری، مولانا محمد اکرام مفتاحی وغیرہم امیر ومہمانان کی معیت میں ارریہ کی ضلعی جمعیت کے مسابقہ حفظ قرآن کے پروگرام میں شرکت کے لیے روانہ ہوئے اور مسابقہ کے اختتامی وتقسیم انعامات کے بعد امیر محترم مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے مسابقہ کے انعقاد پر ارکان وذمہ داران ضلع ارریہ کو مبارک باد دیتے ہوئے شرکاء وسامعین سے روبرو ہوکر قیمتی نصیحتوں سے نوازا۔ اس کے بعد واپسی پر مدرسہ اصلاح المسلمین بنگما ارریہ بہار کی زیارت فرمائی اور جامعہ سلفیہ مفتاح العلوم بیریا کمال سپول بہار رات ۱۱/بجے واپس ہوئے اور جامعہ ہی میں قیام فرمایا۔ دوسرے دن صبح ناشتہ سے فارغ ہوکر معہد خدیجۃ الکبریٰ للبنات پدم پور اور معہد مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ بابوان ارریہ بہار کی زیارت کا شرف بخشا۔ اس کے بعد دربھنگہ ایئرپورٹ کے لیے روانہ ہوگئے۔ احباب ضلعی جمعیت سپول نے ان کو شکریہ کے ساتھ رخصت کیا۔

(رپورٹ: محمد داؤد، ناظم ضلعی جمعیت اہل حدیث سپول بہار)

جامع مسجد اہل حدیث کمپلیکس اوکھلا میں ترمیم واصلاح اور رنگ و روغن کا کام جاری:

اہل حدیث کمپلیکس اوکھلا نئی دہلی میں واقع وسیع وعریض اور جمیل وخوبصورت جامع مسجد میں ترمیم واصلاح اور رنگ وروغن کا کام ضروری ہوگیا تھا اور جو کہ کافی سرمایہ طلب کام تھا۔ ادھر اللہ تعالیٰ کی توفیق ومدد اور احباب ومخلصین کے تعاون کی امید پر یہ بڑا کام شروع کردیا گیا ہے۔ رمضان المبارک سے پہلے پہلے یہ کام مکمل ہوجانے کی توقع ہے۔ ان شاء اللہ (ادارہ)

صوبائی جمعیت اہل حدیث تملناڈو پانڈیچری کا انتخاب جدید:

صوبائی جمعیت اہل حدیث تملناڈو پانڈیچری کا انتخاب جدید مورخہ ۱۴/فروری ۲۰۲۱ء بروز اتوار چنئی میں منعقد ہوا جس میں شیخ انیس الرحمٰن اعظمی صاحب امیر، مولانا حافظ عبدالواحد مدنی صاحب ناظم اور جناب فہیم ایم اے صاحب خازن منتخب ہوئے۔ اس انتخابی اجلاس میں مرکزی مشاہدین کی حیثیت سے حافظ محمد عبدالقیوم صاحب نائب امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند اور جناب مولانا طہ سعید خالد عمری مدنی صاحب رکن مجلس عاملہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند وامیر صوبائی جمعیت اہل حدیث اڈیشہ شریک ہوئے۔

(مولانا حافظ عبدالواحد مدنی، ناظم صوبائی جمعیت اہل حدیث تمل ناڈ و پانڈیچری)

صوبائی جمعیت اہل حدیث آسام کا انتخاب جدید:

مورخہ ۲۱/فروری ۲۰۲۱ء بروز اتوار بمقام دلگاؤں ضلع درنگ آسام صوبائی جمعیت اہل حدیث آسام کا انتخاب جدید عمل میں آیا جس میں مولانا مقصود الرحمٰن مدنی صاحب امیر، پروفیسر امیر علی صاحب ناظم اور قاضی احسن علی صاحب خازن منتخب ہوئے۔ مرکزی مشاہد کی حیثیت سے مولانا محمد علی مدنی صاحب نائب ناظم مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند وامیر صوبائی جمعیت اہل حدیث بہار نے شرکت فرمائی۔

(مقصود الرحمٰن مدنی امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث آسام)

ڈاکٹر رفیع اللہ مسعود تیمی کو صدمہ:

یہ خبر نہایت رنج وافسوس کے ساتھ سنی گئی کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے سابق کارکن، مدرسہ منظر العلوم پرسا، مغربی چمپارن بہار کے استاد اور محقق وفرہنگ ساز آزادیات مولانا ڈاکٹر محمد رفیع اللہ تیمی صاحب کے بڑے بھائی جناب شفیع اللہ کا مورخہ 21/فروری 2021ء کو تقریبا 12 بجے دن بتیا کے ایک ہاسپٹل میں انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مرحوم خلیق وملنسار اور نیک تھے۔ پسماندگان میں والد محمد مسعود صاحب، والدہ، اہلیہ، دولڑکے اور ایک لڑکی ہیں۔ اسی دن بعد نمازِ مغرب آبائی وطن پرسا مغربی چمپارن، بہار میں ان کی تدفین عمل میں آئی۔

اللہ تعالی ان کی مغفرت فرمائے، جنت الفردوس کا مکین بنائے اور پسماندگان خصوصا ڈاکٹر رفیع اللہ تیمی صاحب اور ان کے والد گرامی جناب مسعود صاحب وخویش واقارب کو صبر وسلوان عطا فرمائے۔ آمین

(شریک غم ودعا گو: اصغر علی امام مہدی سلفی، امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند)

انتقال پر ملال:

یہ خبر نہایت ہی رنج وافسوس کے ساتھ سنی گئی کہ قرآن کریم کے مشہور زمانہ مترجم، صاحب محمدیات اور خطیب الہند مولانا محمد جوناگڑھی رحمہ اللہ علیہ کے پوتے، معروف عالم دین ومشہور صاحب طرز خطیب مولانا محمد شعیب میمن جوناگڑھی صاحب کے بڑے بھائی اور مسجد اہل حدیث راجکوٹ گجرات کے سابق امام وخطیب معروف عالم دین مولانا انس بن مولانا یعقوب صاحب کا بتاریخ 25/فروری 2021 بروز جمعرات تقریبا ۷/بجے صبح شہر بھروچ گجرات میں بعمر تقریبا 55 سال انتقال ہوگیا۔

مولانا انس صاحب بڑے خلیق وملنسار اور مہمان نواز انسان تھے اور دینی ودعوتی کاموں سے بڑی دلچسپی رکھتے تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ، ایک صاحبزادے اور ایک صاحب زادی ہیں۔ ۲۵/فروری ہی کو بعد نماز عشاء بھروچ میں ان کی تدفین عمل میں آئی۔

اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کرے، ان کی نیکیوں کو قبول فرمائے، بشری کوتاہیوں سے درگزر فرمائے، جنت الفردوس میں اعلی مقام عطا کرے، پسماندگان ومتعلقین خصوصا مولانا محمد شعیب میمن جوناگڑھی صاحب کو صبر وسلوان عطا کرے۔ آمین

(شریک غم: اصغر علی امام مہدی سلفی، امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند)

اعلان داخلہ

المعهد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیة

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام اہل حدیث کمپلیکس اوکھلائی دہلی میں قائم اعلیٰ تعلیمی وتربیتی ادارہ ''المعہد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیۃ'' میں نئے تعلیمی کلینڈر (۲۰۲۱-۲۰۲۲) کے مطابق امسال نئے سیشن کے لئے

داخلے جاری ہیں

ملک میں مدارس وجامعات اور تعلیمی اداروں کے کھلتے ہی

'' المعهد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیة'' میں تعلیم شروع ہوجائے گی۔ ان شاء اللہ

شرائط داخلہ:

● امیدوارکسی معتبر سلفی ادارہ سے فارغ التحصیل ہو۔ ● دین کی خدمت اور دعوت کا جذبہ فراواں رکھتا ہو۔ ● آخری سال میں امتیازی نمبرات حاصل کیے ہوں۔ ● فراغت پر دوسال سے زیادہ کی مدت نہ گزری ہو۔ ● جس ادارہ سے فارغ ہو اس سے امیدوار کے حسن السیر ۃ والسلوک پر کم ازکم دواساتذہ کی تصدیق ہو۔ ● اسلامی وضع قطع کا پابند ہو ● الیکشن آئی کارڈ یا آدھار کارڈ یافتہ ہو ● مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی کسی ذیلی جمعیت کی طرف سے سفارش کی گئی ہو۔ ● تحریری وتقریری امتحان میں کامیابی کے بعد ہی داخلہ لیا جائے گا۔ داخلہ کے لیے اصل اسناد پیش کرنا ضروری ہے۔

خصوصیات:

● خوشگوار ماحول میں عمدہ تعلیم۔ ● دعوت وافتاء کی عملی مشق۔ ● مقالات وبحوث لکھنے کی تربیت۔ ● انگریزی اور کمپیوٹر کی تعلیم کا معقول بندوبست ● علیحدہ کشادہ کمپیوٹر لیب ● ماہر اساتذہ کی ایک ٹیم۔ ● وقتاً فوقتاً جدید موضوعات پر ماہرین کے توسیعی خطبات۔ ● ہر طالب علم کو ماہانہ وظیفہ ● بہترین رہائشی انتظامات ● ڈائننگ ہال میں کھانے کا نظم۔ ● مطالعہ کے لیے لائبریری جس میں مصادر ومراجع کی کتابیں کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ ● کھیل کود کے لیے وسیع میدان۔

داخلہ کے خواہش مند فضلاء اپنی درخواست مع تصدیقات و نقول اسناد درج ذیل پتہ پر ارسال کریں اور داخلہ امتحان کی تاریخ کا انتظار کریں۔

المعهد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیة

اہل حدیث کمپلیکس، ڈی۔۲۵۴، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی۔۲۵

فون نمبر:۔ 011-26946205, 23273407، موبائل: 9213172981, 09560841844

شعبۂ تعلیم و تربیت: مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

اہل حدیث منزل کی تعمیر و تکمیل میں

محترم و غیور ائمہ، خطباء، متولیان مساجد اور ذمہ داران جمعیات سے پُر زور اپیل اور التماس

اہل حدیث منزل میں چوتھی منزل کی چھت کی ڈھلائی کا کام ہوا چاہتا ہے اور دیگر تینوں منزلوں کی صفائی کی تکمیل کے لیے آپ سے گزارش ہے کہ آنے والے جمعہ میں باضابطہ طور پر اپنی مسجدوں میں اس کے تعاون کے لیے پرزور اعلان فرمائیں اور مندرجہ ذیل کھاتے میں رقم ارسال فرما کر جنت میں اعلیٰ مقام بنائیں اور اس صدقہ جاریہ میں شریک ہوں۔

تعاون کے طریقے : (۱) سیمنٹ، سریا، روڑی، بدر پور، ریت (۲) نقد رقم (۳) کاریگروں اور مزدوروں کی اجرت کی ادائیگی (۴) کھڑکی، دروازہ، پینٹ، رنگ وروغن کا سامان یا قیمت مہیا کرا کے تعاون فرمائیں اور مال واولاد اور اعمال صالحہ میں برکت پائیں۔

Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind

A/c: 629201058685

ICICI Bank (Chandni Chowk Branch)

RTGS/NEFT IFSC Code-ICIC0006292